نصرة

میگزین

نصرۃ میگزین شمارہ ۴۴

بمطابق ستمبر/اکتوبر 2018

محرم/صفر 1440 ہجری

عطاء بن خلیل ابو الرشتہ

(امیر حزب التحریر)

تفسیر سورۃ البقرۃ آیت: ۱۸۰-۱۸۲

جمہوریت سے تبدیلی کی اُمید ایک سراب ہے

چادر اور چار دیواری کا تقدس پامال کرنا، بچوں کو دہشت زدہ کرنا اور ایک بوڑھے جوڑے کو مار پیٹ کے بعد اغوا کرنا کیسے ریاست مدینہ کی مثال ہو سکتا ہے؟

فتنے کے دور میں سچ کی جدوجہد کرو جس کے خاتمے کا وقت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علم میں ہے

سی پیک۔ بڑی طاقتوں سے تعلقات رکھنے کی وجہ سے جڑے خطرات کے متعلق ایک سبق

امت مسلمہ کی پہلی دفاعی لائن مسلم افواج ہیں

نصرة

میگزین / شمارہ 44

بمطابق ستمبر/اکتوبر 2018 محرم/ صفر1440 ہجری

اس شمارے میں

جب تک سرمایہ دارانہ نظام نافذ رہے گا پاکستان میں کوئی تبدیلی نہیں آ سکتی	اداریہ	1
تفسیر سورۃ البقرۃ 182-180	شیخ عطاء بن خلیل ابوالرَشتہ	2
فتنے کے دور میں سچ کی جدوجہد کرو	مصعب عمیر	5
کیا اردگان ترکی میں خلافت کے اعلان کی تیاریاں کررہا ہے؟	مجلہ الوعی	8
پاکستان کا خستہ حال تعلیمی نظام ملک کے نوجوانوں کا مستقبل تباہ کررہا ہے	اخلاق جہاں	16
25 جولائی کا الیکشن: ملکی حالات جمہوریت کے خاتمے کا تقاضا کرتے ہیں	افضل بن قمر	20
سی پیک۔ بڑی طاقتوں سے تعلقات رکھنے کی وجہ سے جڑے خطرات کے متعلق ایک سبق	خالد صلاح الدین	23
قرضے معاف کر کے جمہوریت کرپشن کو قانونی بنادیتی ہے	شہزاد شیخ	26
امت مسلمہ کی پہلی دفاعی لائن مسلم افواج ہیں	بلال المہاجر	28
جمہوریت سے تبدیلی کی اُمید ایک سراب ہے	حزب التحریر	30
قبضہ حاصل کرنے سے پہلے مشین کو فروخت کرنا	سوال وجواب	32
قائدہ شریعہ: علت (شرعی وجہ) اپنے وجود اور عدم وجود کے لحاظ سے سبب کے گرد گھومتی ہے	سوال وجواب	34
ایران ایٹمی معاہدے سے ٹرمپ کی دست برداری	سوال وجواب	36
چادر اور چاردیواری کا تقدس پامال اور بوڑھے جوڑے کو اغوا کرنا کیسے ریاست مدینہ کی مثال ہو سکتا ہے؟	میڈیا آفس ولایہ پاکستان	43

اداریہ: جب تک سرمایہ دارانہ نظام نافذ رہے گا پاکستان میں کوئی تبدیلی نہیں آ سکتی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عمران خان، دنیا میں آبادی کے لحاظ سے چھٹے بڑے ملک پاکستان کے ایک ایسے وقت میں نئے وزیر اعظم بنے ہیں جب وہ معاشی بحران کے دہانے پر کھڑا ہے۔ پاکستان سودی قرضوں کی دلدل میں اس حد تک دھنس چکا ہے کہ اسے پچھلے قرضے اتارنے کے لیے نئے قرضے لینے پڑیں گے۔ پاکستان کے زرمبادلہ کے ذخائر صرف دو مہینے کی درآمدات کی ضروریات بمشکل پوری کر سکتے ہیں جبکہ اس کا روپیہ امریکی ڈالر کے مقابلے میں اپنی قدر 20 فیصد کھو چکا ہے جس کے نتیجے میں عوام کمر توڑ مہنگائی کا سامنا ہے۔ جہاں تک بجلی کے شعبے کا تعلق ہے تو نجکاری کی وجہ سے بجلی پیدا کرنے والے اداروں، اس کی سپلائی کرنے والے اداروں اور بینکوں کے درمیان گردشی قرضہ چل رہا ہے جس کی صورتحال بجلی چوری کی وجہ سے خراب سے خراب تر ہوتی جا رہی ہے اور بجلی کی قیمتیں تیزی سے بڑھ رہی ہیں۔

عمران خان کی پاکستان تحریک انصاف (پی ٹی آئی) اس معاشی مسئلے کو حل نہیں کر سکے گی کیونکہ وہ پچھلی حکومتوں کی طرح سرمایہ دارانہ پالیسی کو ہی جاری رکھے گی جس کا نفاذ مشرف نے نجکاری کے دروازے کھول کر کیا تھا۔ عمران خان کے وزیر اعظم کا حلف اٹھانے سے قبل ہی اسد عمر نے پی ٹی آئی کے انتخابی منشور کے وعدے، کہ وہ پاکستان کو "اسلامی فلاحی ریاست "بنائے گی، پر یہ کہہ کر ٹھنڈا پانی ڈال دیا کہ وہ سرمایہ دارانہ پالیسیاں ہی جاری و ساری رکھیں گے۔ فائینینشل ٹائمز میں شائع ہونے والے انٹرویو میں انہوں نے کہا کہ اقتدار میں آنے کے بعد پہلے 100 دنوں میں پی ٹی آئی حکومتی سیکٹر میں چلنے والی 200 بڑی کمپنیوں کو "حکومتی کنٹرول" سے آزاد کر دے گی اور ان کے سربراہ نجی شعبوں سے تعینات کیے جائیں گے۔ اپنی اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ "تمام کارپوریشنز کو ایک ویلتھ فنڈ میں منتقل کر دیا جائے گا جس کو نجی شعبے کے لوگ چلائیں گے۔ ہمارا منصوبہ ہے کہ حکومتی کمپنیوں کو پہلے 100 دنوں میں ویلتھ فنڈ کے کنٹرول میں دے دیں"۔

سرمایہ دارانہ نظام انسانوں کا بنایا ہوا نظام ہے جو ہماری اصل استعداد کو استعمال ہونے ہی نہیں دیتا۔ ہمیں اپنے دین کی طرف پلٹنا چاہیے تاکہ ہم اپنی خوشحالی کو یقینی بنا سکیں اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی خوشنودی بھی حاصل کر سکیں۔ یہ ہمارا دین ہی ہے جس کا معیشت کے بارے میں اپنا ایک منفرد نقطہ نظر ہے جو لوگوں پر بوجھ ڈالے بغیر ریاست کے لیے زیادہ سے زیادہ محاصل کو یقینی بناتا ہے۔

عالمی مالیاتی فنڈ، آئی ایم ایف، کی جانب سے ملنے والی ہنگامی امداد سے قطع نظر سرمایہ دارانہ پالیسیوں کا تسلسل پاکستان کی معیشت کو مفلوج کر رہا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام آزادیِ ملکیت کو سب سے زیادہ مقدس آزادی قرار دیتا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام نجکاری کے ذریعے نجی کمپنیوں کو ایسی صنعتوں کی ملکیت دے دیتا ہے جہاں بہت زیادہ سرمائے کی ضرورت ہوتی ہے جیسا کہ بھاری صنعتیں، توانائی اور معدنیات کے شعبے وغیرہ۔ اس طرح ریاست کا خزانہ ان بے پناہ وسائل سے محروم ہو جاتا ہے جنہیں لوگوں کے امور کی دیکھ بھال کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ پھر ریاست کا خزانہ خالی ہوتا چلا جاتا ہے اور حکومت مزید سودی قرضے لینے پر مجبور ہو جاتی ہے جس کے بعد وہ مزید قرض کی دلدل میں دھنس جاتی ہے۔ حکومت خالی خزانے کو بھرنے کے لیے مزید ٹیکس نافذ کرتی ہے جو مقامی صنعت اور زراعت کو مفلوج کر دیتا ہے، جس کے بعد مقامی ضروریات کو پورا کرنے والی اشیا کی کمی ہو جاتی ہے اور درآمدات پر انحصار بڑھ جاتا ہے اور برآمدات میں کمی آ جاتی ہے۔ پاکستان میں توانائی کے شعبے کی نجکاری نے بجلی کی قیمتوں میں اضافہ کیا تا کہ ان کے نئے نجی مالکان کے منافعوں کو یقینی بنایا جا سکے جس کی وجہ سے اس شعبے میں گردشی قرض بڑھتا چلا گیا۔

سرمایہ دارانہ نظام سے کسی خیر کی توقع رکھنا بے کار ہے اور پی ٹی آئی سے کوئی امید نہیں رکھی جا سکتی جو پچھلی حکومتوں کی طرح اسی سرمایہ دارانہ نظام کی پیروی کرتی ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام انسانوں کا بنایا ہوا نظام ہے جو ہماری اصل استعداد کو استعمال ہونے ہی نہیں دیتا۔ ہمیں اپنے دین کی طرف پلٹنا چاہیے تاکہ ہم اپنی خوشحالی کو یقینی بنا سکیں اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی خوشنودی بھی حاصل کر سکیں۔ یہ ہمارا دین ہی ہے جس کا معیشت کے

بقیہ صفحہ 19 پر

تفسیر سورۃ البقرۃ: آیت 182-180

فقیہ اور مدبر سیاست دان امیر حزب التحریر شیخ عطا بن خلیل ابو رشتہ کی کتاب تیسیر فی اصول التفسیر سے اقتباس:

أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ (البقرۃ **180**) فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَمَا سَمِعَهُ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (البقرۃ **181**) فَمَنْ خَافَ مِنْ مُوصٍ جَنَفًا أَوْ إِثْمًا فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلاَ إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (البقرۃ **182**)﴾

"تم پر فرض کیا گیا ہے کہ اگر تم میں سے کوئی اپنے پیچھے مال چھوڑ کر جانے والا ہو تو جب اس کی موت کا وقت قریب آجائے، تو وہ اپنے والدین اور قریبی رشتہ داروں کے حق میں دستور کے مطابق وصیت کرے۔ یہ متقی لوگوں کے ذمے ایک لازمی حق ہے۔ پھر جو شخص اس وصیت کو سننے کے بعد اس میں کوئی تبدیلی کرے گا، تو اس کا گناہ ان لوگوں پر ہو گا جو اس میں تبدیلی کریں گے۔ یقین رکھو اللہ (سب کچھ) سنتا جانتا ہے۔ ہاں اگر کسی شخص کو یہ اندیشہ ہو کہ کوئی وصیت کرنے والا بے جا طرف داری یا گناہ کا ارتکاب کر رہا ہے، اور وہ متعلقہ آدمیوں کے درمیان صلح کرا دے تو اُس پر کوئی گناہ نہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔"

(البقرہ: 182-180)

ان آیات کریمہ سے یہ واضح ہوتا ہے: اسلام کے ابتدائی دور میں یہ فرض کیا گیا تھا کہ قریب الموت شخص اپنے والدین اور رشتہ داروں کے لیے وصیت کرے۔ یہ حکم زیادہ مال یا جائیداد چھوڑ کر مرنے والے کے لیے تھا۔

آیت میں لفظ خَیرًا آیا ہے، اس سے زیادہ مال مراد ہے۔ لفظ خَیرًا وصفِ مفہم ہے اور اس میں کثرت کا معنی پایا جاتا ہے، چنانچہ کسی بھی مال کے لیے خَیرًا کا لفظ تب استعمال ہوتا ہے جب وہ کافی زیادہ ہو۔ اسی طرح "فلاں مالدار ہے" اسی کو کہتے ہیں جو مال کثیر رکھتا ہے۔

مال کی زیادتی پہچاننے کے لیے کیا پیمانہ ہے؟ تو یہ اس طرح ہے کہ وصیت کے بعد بھی اتنا کچھ باقی رہے جو میت والوں کی روزمرہ کی ضروریات کے لیے کافی ہو، اس لیے مال کی کثرت کی تعین میں تحقیق المناط (حقیقت کی جانچ) کرنا پڑتا ہے۔

متعدد صحابہؓ کا یہی قول ہے۔ حضرت علیؓ اپنے ایک آزاد کردہ غلام کے پاس گئے جبکہ وہ جان کنی کی حالت میں تھا اور اس کے پاس سات یا چھ درہم تھے، اُس نے پوچھا: "میں وصیت کر دوں؟"۔ علیؓ نے کہا: "نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اِنْ تَرَکَ خَیرًا فرمایا ہے، تمہارے پاس زیادہ مال نہیں، اپنا مال اپنے وارثوں کے لیے چھوڑ دو"۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اُن سے کہا: "میں وصیت کرنا چاہتا ہوں"۔ آپؓ نے اُس سے پوچھا: "آپ کے پاس کتنا مال ہے؟"۔ اُس نے کہا: "تین ہزار"۔ عائشہؓ نے پوچھا: "بال بچے کتنے ہیں؟"۔ اس نے کہا: "چار"۔ عائشہؓ نے کہا: "اللہ تعالیٰ نے اِنْ تَرَکَ خَیرًا فرمایا ہے۔ آپ کا یہ مال تھوڑا ہے، آپ اس کو اپنے اہل و عیال کے لیے چھوڑ دیں تو بہتر ہو گا"۔ یہی وجہ ہے کہ کثرت (مال کی زیادتی) کی کوئی خاص مقدار مقرر نہیں، یہ لوگوں کے حالات کے مطابق مختلف ہو سکتا ہے۔

2) آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کی موت کا وقت قریب آپہنچا ہو، اللہ سبحانہ و تعالیٰ اُس شخص سے وصیت کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول دلالت کرتا ہے: **كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ**" تم پر وصیت لکھ دی گئی ہے، جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت قریب ہو جائے۔ اگر وہ مال چھوڑ کر جا رہا ہو"۔ بظاہر اس میں خبر دی گئی ہے کہ تم پر وصیت لکھ دی گئی ہے، مگر عربی اسلوب کے مطابق اس قسم کی خبر سے طلب مراد ہوتی ہے، یعنی جس کی موت کا وقت قریب ہو جائے تو وہ وصیت کرے۔

اور یہ طلب، طلبِ جازم (لازم) ہے، اس کا قرینہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے: **حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ** "یہ متقی لوگوں کے ذمہ ایک لازمی حق ہے"، وصفِ مفہم ہونے کی وجہ سے اس میں جزم (لزوم) کا معنی موجود ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ قول: **وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ** "اور مطلقہ عورتوں کو قاعدے کے مطابق فائدہ پہنچانا متقیوں پر ان کا حق ہے" (البقرہ: 241)۔ یہی وہ آیت ہے جس میں ایسی مطلقہ عورتوں کو مال دینے کی فرضیت بیان کی گئی ہے، جنہیں ہمبستری سے قبل طلاق دی گئی ہو اور جن کا کوئی مہر بھی مقرر نہ کیا گیا ہو۔ اس بنا پر جیسا کہ ہم نے بیان کیا کہ وصیت کرنا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بِالْمَعْرُوفِ فرمایا، یعنی عدل و انصاف، نرمی اور احسن طریقے سے۔

3) اس آیت سے وصیت کی فرضیت ثابت ہوتی ہے مگر اس کی فرضیت میراث سے متعلق نازل ہونے والی آیات سے منسوخ کی گئی ہے، مفسرین کا اس پر اتفاق

ہے کہ سورۃ النساء کی آیت نمبر 11 (**يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِي أَوْلَادِكُمْ**) مذکورہ آیت کے بعد نازل ہوئی، جس میں اللہ تعالیٰ نے تفصیل کے ساتھ وراثت کے احکامات بیان کیے ہیں۔

چنانچہ پہلے ورثا اور عزیز واقارب کے لیے وصیت کرنا فرض تھا، جب کسی کی موت کا وقت قریب آجاتا تو وہ وصیت کرتا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو منسوخ کرکے اُٹھا لیا، اس کی جگہ وراثت کے احکام دیے گئے، جس کے بعد وصیت صرف ان کے حق میں مندوب (نفل کی مانند) قرار پائی جو میت کے وارث نہیں۔ وارث کے لیے وصیت کرنا منع ہے۔ وراثت والی آیات یہ ہیں:

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَ وَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ آبَاؤُكُمْ وَ أَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا (11)وَ لَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَى بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ وَصِيَّةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ "اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے بارے میں تمہیں حکم دیتا ہے کہ: مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے۔ اور اگر (صرف) عورتیں ہی ہوں، دو یا دو سے زیادہ، تو مرنے والے نے جو کچھ چھوڑا ہو، انہیں اس کا دو تہائی حصہ ملے گا۔ اور اگر صرف ایک عورت ہو تو اسے (ترکے کا) آدھا حصہ ملے گا۔ اور مرنے والے کے والدین میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ ملے گا، بشرطیکہ مرنے والے کی کوئی اولاد ہو، اور اگر اس کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کے والدین ہی اس کے وارث ہوں، تو اس کی ماں تہائی حصے کی حق دار ہے۔ ہاں اگر اس کے کئی بھائی ہوں تو اس کی ماں کو چھٹا حصہ دیا جائے گا، (اور یہ ساری تقسیم) اس وصیت پر عمل کرنے کے بعد ہوگی جو مرنے والے نے کی ہو، یا اگر اس کے ذمے کوئی قرض ہے تو اس کی ادائیگی کے بعد۔ تمہیں اس بات کا ٹھیک علم نہیں ہے کہ تمہارے باپ بیٹوں میں سے کون فائدہ پہنچانے کے لحاظ سے تم سے زیادہ قریب ہے؟ یہ تو اللہ کے مقرر کیے ہوئے حصے ہیں، یقین رکھو کہ اللہ علم کا بھی مالک ہے اور حکمت کا بھی مالک ہے"۔ (11) اور تمہاری بیویاں جو کچھ چھوڑ کر جائیں، اس کا آدھا حصہ تمہارا ہے، بشرطیکہ ان کی کوئی اولاد (زندہ) نہ ہو۔ اور اگر ان کی کوئی اولاد ہو تو اُس وصیت پر عمل کرنے کے بعد جو انہوں نے کی ہو، اور ان کی قرض کی ادائیگی کے بعد تمہیں ان کے ترکے کا چوتھائی حصہ ملے گا۔ اور تم جو کچھ چھوڑ کر جاؤ اس کا ایک چوتھائی اُن (بیویوں) کا ہے، بشرطیکہ تمہاری کوئی اولاد (زندہ) نہ ہو۔ اور اگر تمہاری کوئی اولاد ہو تو اُس وصیت پر عمل کرنے کے بعد جو تم نے کی ہو، اور تمہارے قرض کی ادائیگی کے بعد ان کو تمہارے ترکے کا آٹھواں حصہ ملے گا۔ اور اگر وہ مرد یا عورت جس کی میراث تقسیم ہونی ہے، ایسا ہو کہ نہ اس کے والدین زندہ ہوں نہ اولاد، اور اس کا ایک بھائی یا ایک بہن زندہ ہو تو ان میں سے ہر ایک چھٹے حصے کا حق دار ہے۔ اور اگر وہ اس سے زیادہ ہوں تو وہ سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے، (مگر) جو وصیت کی گئی ہو اس پر عمل کرنے کے بعد اور مرنے والے کے ذمے جو قرض ہو اُس کی ادائیگی کے بعد، بشرطیکہ (وصیت یا قرض کے اقرار کرنے سے) اس نے کسی کو نقصان نہ پہنچایا ہو۔ یہ سب کچھ اللہ کا حکم ہے اور اللہ ہر بات کا علم رکھنے والا، بُردبار ہے" (النساء: 12-11)۔ پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے پہلے وصیت فرض قرار دی اور اپنے ترکے کی تقسیم مسلمانوں پر چھوڑ دی کہ وہ جیسے چاہے اس کے بارے میں اپنے ورثا کے لیے وصیت کریں۔ پھر اس کو منسوخ کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے وارثوں کے حصے خود ہی متعین کر دیے، اور ورثا کے علاوہ دوسرے لوگوں کے لیے اپنے مال میں سے وصیت کرنا ان کے لیے مندوب قرار دیا۔

یہ کہاں سے اخذ کیا گیا کہ وراثت کے احکام فرض ہیں اور اس کی تقسیم اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ خاص کر دیا ہے؟ تو یہ انہی آیاتِ وراثت سے واضح ہوتا ہے، جن میں ورثا کے فرض حصوں کا تعین کیا گیا ہے۔

آیاتِ وراثت کے آخر میں آیا ہے: **فَرِيضَةً مِنَ اللّٰهِ**، یعنی یہ "فرض ہے، اللہ کی طرف سے"۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ غیر وارث کے لیے وصیت مسلمانوں پر چھوڑی گئی ہے اور یہ مندوب ہے تو یہ اس لیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انہی آیاتِ وراثت میں وصیت کی نسبت مسلمانوں کی طرف کی ہے، فرمایا:

مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَى بِهَا أَوْ دَيْنٍ "اس وصیت پر عمل کرنے کے بعد، جو مرنے والے نے کی ہو، یا اگر اس کے ذمے کوئی قرض ہے تو اس کی ادائیگی کے بعد" (النساء:11)۔

دوسرا یہ کہ اس آیت میں مطلق وصیت کا ذکر ہے مگر سنت رسول ﷺ سے اس کو غیر وارث لوگوں کے ساتھ خاص کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إن الله قد قسم لكلّ إنسان نصيبه في الميراث فلا تجوز لوارث وصية))

"اللہ تعالیٰ نے میراث میں سے ہر انسان کو اس کا حصہ تقسیم کر کے دے دیا ہے، اب کسی وارث کے لیے وصیت جائز نہیں" (ترمذی 2046، نسائی 3581، ابوداؤد 2486، ابن ماجہ 273)۔

یہ بات تو اس حوالے سے تھی کہ آیت میں وصیت کا اگرچہ مطلق ذکر ہے مگر اس سے مراد مُقیّد وصیت ہے یعنی غیر وارث لوگوں کے لیے وصیت۔ یہ بات کہ یہ وصیت اب مندوب کی حیثیت رکھتی ہے، تو یہ اس لیے کہ وصیت ثواب وقربت کا عمل ہے جبکہ قرآن میں اس کے ساتھ طلبِ جازم (حتمی مطالبہ) پر دلالت کرنے والا کوئی قرینہ موجود نہیں، چنانچہ یہ مندوب ہوگی۔

4) (فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَمَا سَمِعَهُ) اللہ سبحانہ وتعالیٰ بیان فرماتے ہیں کہ جو لوگ میت کی طرف سے کی گئی وصیت میں کسی قسم کی کمی بیشی کریں گے، خواہ لکھنے والے ہوں، گواہ ہوں یا جن کے لیے وصیت نہیں کی گئی، تو ان کا یہ گناہ بڑا گناہ ہے، اور اللہ تعالیٰ سے کوئی شے پوشیدہ نہیں وہ سمیع ہے وصیت کرنے والے کی وصیت سنتا ہے، علیم ہے، چھپ کر یا اعلانیہ کی جانے والی ہر قسم کی تبدیلی سے باخبر ہے، اور ان لوگوں کو اس کی سزا دے کر رہے گا۔

5) اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا، **فَمَنْ خَافَ مِنْ مُوصٍ جَنَفًا أَوْ إِثْمًا فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (البقرہ:182)**

فَمَنْ خَافَ "جسے اندیشہ ہو" یعنی توقع ہو اور پتہ ہو۔ جیسے کہتے ہیں "مجھے بارش کا ڈر ہے" یعنی توقع ہے کہ بارش ہو جائے گی۔

اس آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اگر کسی کو محسوس ہو یا اسے توقع ہو کہ وصیت کرنے والا وصیت میں زیادتی (variation) کرے گا کہ جن کے لیے وصیت کی جا رہی ہے، یعنی والدین اور عزیز اقارب کے درمیان اس سے اختلاف اور جھگڑوں تک بات چلی جائے گی، خواہ یہ زیادتی غلطی سے (Unintentional) ہو یا جان بوجھ کر (intentional) ہو۔ **جَنَفًا** "بے جا میلان، جھکاؤ اور طرف داری" مثلاً وصیت کرنے والے کی اپنی اولاد میں سے اپنے چھوٹے بچے کے ساتھ شفقت و محبت زیادہ ہو، اس لیے وہ وصیت میں اس کے دوسرے بھائیوں سے زیادہ حصہ اس کو دینا چاہتا ہے، اس کے خیال میں اس سے بچے کے حالات درست ہوں گے، تو وصیت میں اس قسم کی زیادتی کو غلطی کہا جا سکتا ہے، گویا اس کی نیت اچھی ہے مگر بے جا ہے۔ جان بوجھ کر زیادتی کرنے کی مثال جیسے وصیت کرنے والا قصداً اپنی اولاد یا رشتہ داروں میں سے کسی کو زِچ کرنا چاہتا ہے، ان سے متعلق دل میں کچھ باتیں ہیں، لہٰذا وہ ان کے لیے کسی چیز کی وصیت ہی نہ کرے۔

پس جس کو موصِی (وصیت کرنے والے) کی طرف سے موصیٰ لہٗ (جس کی لیے وصیت کی جائے) کے ساتھ ایسی کسی بھی زیادتی کا اندیشہ اور توقع ہو اور وہ اصلاح کی غرض سے مداخلت کرے تاکہ موصی اپنی وصیت کی وجہ سے گناہ میں مبتلا نہ ہو جائے اور وصیت کرنے والے کی اہل وعیال کے درمیان اختلافات اور تنازعات کا باعث نہ بن جائے، اس قسم کی مداخلت اور اصلاح کی کوشش میں کوئی گناہ نہیں اور یہ تبدیلیٔ وصیت کے زمرے میں نہیں آتا۔ کیونکہ یہ تبدیلی موصِی اور موصیٰ لہُم کے درمیان صلح وآشتی کی غرض سے ہے، اور وہ یہ کہ جانبین کی رضامندی سے وصیت میں ترمیم کے حوالے سے ان کے درمیان مفاہمت پیدا کی جائے۔

یہ وہ تبدیلی نہیں جس کا ذکر گذشتہ آیت میں کیا گیا، کیونکہ اُس تبدیلی سے مراد موصی اور موصیٰ لہ کے علم میں لائے بغیر وصیت میں جعل سازی اور غلط بیانی کے ذریعے تبدیلی کرنا ہے، یہی وجہ ہے کہ ایسا کرنے والا اس سے گناہ میں مبتلا ہوگا، جبکہ مذکورہ آیت میں جس تبدیلی کا ذکر ہے وہ اصلاح کی غرض سے اور موصی اور موصیٰ لہ کی رضامندی اور ان کو تبدیلی کے بارے میں آگاہی دے کر ترمیم کرنا ہے یا یہ کہ وصیت کے اندر کمی بیشی کی توقع کی صورت میں اصلاح کی ایک کوشش ہے، سو اس میں کوئی گناہ نہیں، اللہ تعالیٰ غفور ہے، ایسی صورت میں موصی کی طرف سے جو تبدیلی کی گئی تھی اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دیں گے، کیونکہ اب اس کے اندر اصلاح اور ترمیم کی جا چکی۔ اور اللہ تعالیٰ رحیم ہے، موصی اور موصیٰ لہم اور ان کے درمیان اصلاح کی غرض سے مداخلت کرنے والے پر رحم فرمائے گا، کیونکہ وہ شرعی احکامات کے مطابق صلح و آشتی کو پسند کرتے ہوئے وصیت میں ترمیم پر متفق ہوئے، جو ایک احسن عمل ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ایسے نیک کام کرنے والوں کے قریب ہوتی ہے۔

ختم شد

فتنے کے دور میں سچ کی جدوجہد کرو جس کے خاتمے کا وقت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علم میں ہے

تحریر: مصعب عمیر، پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پوری مسلم دنیا میں مسلمان اپنے دین سے محبت اور لگاؤ کی وجہ سے ظلم کے دور سے گزر رہے ہیں۔ مسلمان اس بات کا مشاہدہ کر رہے ہیں کہ جو لوگ اسلام کی دعوت دیتے ہیں ان پر مظالم ڈھائے جاتے ہیں۔ یہ مظالم اس حد تک ہوتے ہیں کہ حکومتوں کو اس بات کی بھی کوئی شرم وحیا نہیں کہ ان کے مظالم کا شکار، بوڑھے، بیمار اور خواتین بن رہی ہیں۔ اس کی ایک مثال پاکستان کے حکمران ہیں جنہوں نے 30 جولائی 2018 کو کراچی میں چار بچوں کی ماں کو اس کے گھر سے صرف اس وجہ سے اغوا کر لیا کہ اس کے پاس سے ایسی اسلامی کتب برآمد ہوئیں تھیں جن میں خلافت کی اہمیت، فرضیت اور اس کے ڈھانچے کے متعلق آگاہی فراہم کی گئی تھی۔ حالات اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ حکومتوں کی دین اسلام سے غفلت بلکہ بغاوت مکمل طور پر بے نقاب ہو چکی ہے۔ یقیناً یہی وقت ہے کہ حق وسچ کے لیے جدوجہد کی جائے تاکہ حکمرانوں کی جانب سے پیدا کیے گئے فتنوں کو ختم کیا جا سکے۔

لیکن کچھ مسلمان بجائے اس کے کہ حق وسچ کی جدوجہد کریں خود کو اس جدوجہد سے پیچھے کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "فتنے کا یہ دور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علم سے ہی ہے تو اس معاملے کو اللہ پر چھوڑ دیا جائے"۔ اس طرح وہ سپر انداز ہو کر جمود کی کیفیت میں چلے جاتے ہیں اور جابروں کی جانب سے ہونے والے ظلم وجبر پر خاموشی اختیار کر لیتے ہیں۔ وہ خلافت کے داعیوں اور جابروں کے درمیان ہونے والی کشمکش پر تماشائی بن جاتے ہیں جبکہ انہیں اس میں حصہ لے کر جبر کی حکمرانی کے خاتمے کے لیے اپنا بھرپور کردار ادا کرنا چاہیے۔ تو وہ صحافی جو جبر کے متعلق لکھ سکتا ہے لیکن اپنا قلم نہیں اٹھاتا۔ وہ عالم جو خلافت کی دعوت کے حق میں خطبہ دے سکتا ہے اس کے متعلق بات ہی نہیں کرتا۔

30 جولائی 2018 کو کراچی میں چار بچوں کی ماں کو اس کے گھر سے صرف اس وجہ سے اغوا کر لیا کہ اس کے پاس سے ایسی اسلامی کتب برآمد ہوئیں تھیں جن میں خلافت کی اہمیت، فرضیت اور اس کے ڈھانچے کے متعلق آگاہی فراہم کی گئی تھی۔ حالات اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ حکومتوں کی دین اسلام سے غفلت بلکہ بغاوت مکمل طور پر بے نقاب ہو چکی ہے۔ یقیناً یہی وقت ہے کہ حق وسچ کے لیے جدوجہد کی جائے تاکہ حکمرانوں کی جانب سے پیدا کیے گئے فتنوں کو ختم کیا جا سکے۔

وہ انسانی حقوق کا رہنما یا کارکن جو مظلوموں کے معاملات کو اٹھا سکتا ہے، اپنا منہ موڑ لیتا ہے۔ اور وہ آرمی آفیسر جو نُصرہ دے کر جابروں کو ان کے جبر کی انتہا پر روک اور پکڑ سکتا ہے، نُصرہ دینے سے انکار کر دیتا ہے۔ لیکن وہ غلطی کا شکار ہو گئے ہیں اور انہوں نے خود کو گناہ میں مبتلا کر لیا ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا علم، کہ کب ظلم کے اس دور کا خاتمہ ہو گا، ان کی بے عملی کا کسی صورت جواز نہیں بن سکتا۔

یقیناً جو کچھ ہو چکا ہے، جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ اس امت کے ساتھ ہو گا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس سے پہلے سے باخبر ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا، **وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لاَ يَعْلَمُهَا إِلاَّ هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلاَّ يَعْلَمُهَا وَلاَ حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الأَرْضِ وَلاَ رَطْبٍ وَلاَ يَابِسٍ إِلاَّ فِي كِتَابٍ مُبِينٍ** "اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور اسے جنگلوں اور دریاؤں کی سب چیزوں کا علم ہے۔ اور کوئی پتہ نہیں جھڑتا مگر وہ اس کو جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ اور کوئی ہری اور سوکھی چیز نہیں ہے مگر کتاب روشن میں (لکھی ہوئی) ہے" (الانعام: 59)۔ اس آیت میں جس محفوظ کتاب کا ذکر کیا گیا ہے وہ لوح محفوظ ہے۔ اس کا توثیق اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ کہنا ہے: **إِلاَّ يَعْلَمُهَا** 'اس کے سوا کوئی نہیں جانتا'۔ لہٰذا لوح محفوظ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علم کے متعلق ایک اشارہ (کنایہ) ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس بات کو یقینی بنایا تھا کہ اسلام کی پہلی نسل، جو باقی تمام نسلوں سے بہترین ہے، کبھی بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علم کو جواز بنا کر بے عملی کا شکار نہ ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا تھا کہ وہ ہر دور میں نیک اعمال اختیار کریں اور انہیں اس بات سے منع فرمایا تھا کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علم کو جواز بنا کر بے عمل نہ ہو جائیں۔ بخاری نے روایت کی ہے کہ علیؓ نے فرمایا، کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ

تھے اور آپ ﷺ نے فرمایا، **مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَمَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ** "تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا ٹھکانا جنت یا جہنم میں لکھا نہ جا چکا ہو"۔ ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! پھر کیوں نہ ہم اپنی تقدیر پر بھروسہ کر لیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، **لَا، اعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ** "نہیں! عمل کرتے رہو کہ ہر شخص کو اسی عمل کی توفیق ملتی رہتی ہے جو اسے اس کے ٹھکانے کی طرف لے جائے گا"۔ پھر آپ ﷺ نے تلاوت فرمائی، فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ ط وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ ط فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ ط وَأَمَّا مَن بَخِلَ وَاسْتَغْنَىٰ ط وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ ط فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَىٰ "تو جس نے (اللہ کے رستے میں مال) دیا اور پرہیزگاری کی، اور نیک بات کو سچ جانا، اس کو ہم آسان طریقے کی توفیق دیں گے، اور جس نے بخل کیا اور بے پروا بنا رہا، اور نیک بات کو جھوٹ سمجھا، اسے سختی میں پہنچائیں گے" (اللیل:10-5)۔

لہٰذا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علم پر ایمان کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس پر انحصار کیا جائے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علم کی کسی کو خبر نہیں ہو سکتی جب تک اللہ سبحانہ و تعالیٰ خود اس سے آگاہ نہ کریں۔ تو پھر انسان کو عمل کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کرنے کے لیے کس چیز پر بھروسہ کرے؟ رسول اللہ ﷺ سے کسی نے سوال کیا کہ کیا ہمیں اس (تقدیر) پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، نہیں! یعنی آپ ﷺ نے تقدیر (لکھے ہوئے) پر بھروسہ کرنے سے منع فرمایا۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ صرف اس بات سے ہی مطمئن نہیں ہو گئے بلکہ اس کے بعد **اعْمَلُوا** 'عمل' پر زور دیا، یعنی آپ ﷺ نے عمل کا حکم دیا۔ لہٰذا آپ ﷺ کا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علم پر انحصار کرنے سے منع کرنا اور یہ حکم دینا کے عمل کرو اس بات کا مکمل ثبوت (دلیل صریح) ہے کہ عمل کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علم سے نہیں جوڑا جا سکتا۔

لہٰذا جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مکہ کے سخت مصائب اور مشکلات کے بعد یمن میں امن وتحفظ کے دور سے آگاہ کیا، تو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو اس خبر پر انحصار کرکے بیٹھ جانے اور عمل سے رک جانے کی اجازت نہیں دی تاکہ دین کو سربلندی حاصل ہو۔

> **اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علم پر ایمان کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس پر انحصار کیا جائے کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے علم کی کسی کو خبر نہیں ہو سکتی جب تک اللہ سبحانہ وتعالیٰ خود اس سے آگاہ نہ کریں۔ تو پھر انسان کو عمل کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کرنے کے لیے کس چیز پر بھروسہ کرے؟**

خبّاب بن الأرت سے روایت ہے جنہیں بہت زیادہ تشدد کا نشانہ بنایا گیا تھا، "ہم نے رسول اللہ ﷺ سے (کفار کے مظالم کی) شکایت کی جبکہ وہ کعبہ کے سائے میں بیٹھے تھے۔ ہم نے آپ ﷺ سے کہا، 'کیا آپ ﷺ ہمارے لیے مدد طلب کریں گے؟ کیا آپ ﷺ ہمارے لیے اللہ سے دعا کریں گے؟' آپ ﷺ نے فرمایا، **كَانَ الرَّجُلُ فِيمَنْ قَبْلَكُمْ يُحْفَرُ لَهُ فِي الأَرْضِ فَيُجْعَلُ فِيهِ، فَيُجَاءُ بِالْمِنْشَارِ، فَيُوضَعُ عَلَى رَأْسِهِ فَيُشَقُّ بِاثْنَتَيْنِ، وَمَا يَصُدُّهُ ذَلِكَ عَنْ دِينِهِ، وَيُمْشَطُ بِأَمْشَاطِ الْحَدِيدِ، مَا دُونَ لَحْمِهِ مِنْ عَظْمٍ أَوْ عَصَبٍ، وَمَا يَصُدُّهُ ذَلِكَ عَنْ دِينِهِ، وَاللَّهِ لَيُتِمَّنَّ هَذَا الأَمْرَ حَتَّى يَسِيرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ إِلَى حَضْرَمَوْتَ، لَا يَخَافُ إِلَّا اللَّهَ أَوِ الذِّئْبَ عَلَى غَنَمِهِ، وَلَكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُونَ** "(ایمان لانے کی سزا میں) تم سے پہلی امتوں کے لوگوں کے لیے گڑھا کھودا جاتا اور انہیں اس میں ڈال دیا جاتا۔ پھر ان کے سر پر آرا رکھ کر ان کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے پھر بھی وہ اپنے دین سے نہ پھرتے۔ لوہے کے کنگھوں کو ان کے گوشت میں دھنسا کر اسے ان کی ہڈیوں اور پٹھوں سے نوچا جاتا پھر بھی وہ اپنا ایمان نہ چھوڑتے۔ اللہ کی قسم یہ امر (اسلام) بھی کمال کو پہنچے گا اور ایک زمانہ آئے گا کہ ایک سوار مقام صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا اور (راستوں کے پرامن ہونے کی وجہ سے) اسے اللہ کے سوا اور کسی کا ڈر نہیں ہوگا۔ یا صرف بھیڑیئے کا خوف ہوگا کہ کہیں اس کی بکریوں کو نہ کھا جائے لیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو"۔ تو اللہ کے اس علم سے رسول اللہ ﷺ کو آگاہ کیا گیا کہ امن کا ایک ایسا دور آنے والا ہے لیکن اس کو جواز بنا کر صحابہؓ کو اس بات کی اجازت نہیں دی گئی کہ وہ مظالم کی وجہ سے اسلام کے نفاذ کی جدوجہد سے دستبردار ہو جائیں۔ صحابہؓ نے صبر کا مظاہرہ کیا، انہوں نے جدوجہد کی اور وہ کامیاب ہوئے۔ لہٰذا انہوں نے اسلام کے لیے آواز بلند کی، انہیں اسلام کے نفاذ کے لیے نصرملی اور انہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا تاکہ اسلام کی بالادستی کو یقینی بنائیں۔

اسی طرح ہمارے موجودہ ظلم کے دور کے متعلق رسول اللہ ﷺ کو خوشخبری سنائی گئی تھی کہ خلیفہ مہدی کی واپسی سے قبل خلافت واپس آئے گی۔ اُمّ سلمہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا: **يَكُونُ اخْتِلَافٌ عِنْدَ مَوْتِ خَلِيفَةٍ فَيَخْرُجُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ، فَيَأْتِي مَكَّةَ، فَيَسْتَخْرِجُهُ النَّاسُ مِنْ بَيْتِهِ**

وَهُوَ كَارِهٌ فَيُبَايِعُونَهُ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ، فَيُجَهِّزُ إِلَيْهِ جَيْشٌ مِنَ الشَّامِ، حَتَّى إِذَا كَانُوا بِالْبَيْدَاءِ خُسِفَ بِهِمْ، فَيَأْتِيهِ عَصَائِبُ الْعِرَاقِ وَأَبْدَالُ الشَّامِ، وَيَنْشَأُ رَجُلٌ بِالشَّامِ، وَأَخْوَالُهُ كَلْبٌ فَيُجَهِّزُ إِلَيْهِ جَيْشٌ، فَيَهْزِمُهُمُ اللَّهُ، فَتَكُونُ الدَّبْرَةُ عَلَيْهِمْ، فَذَلِكَ يَوْمُ كَلْبٍ، الْخَائِبُ: مَنْ خَابَ مِنْ غَنِيمَةِ كَلْبٍ، فَيَسْتَفْتِحُ الْكُنُوزَ، وَيُقَسِّمُ الْأَمْوَالَ، وَيُلْقِي الْإِسْلَامُ بِجِرَانِهِ إِلَى الْأَرْضِ، فَيَعِيشُ بِذَلِكَ سَبْعَ سِنِينَ أَوْ قَالَ: تِسْعَ سِنِينَ" ایک خلیفہ کی موت کے وقت اختلاف ہوگا تو بنوہاشم میں سے ایک شخص مکہ کی طرف بھاگتے ہوئے نکلے گا، اہل مکہ میں سے کچھ لوگ اس کے پاس آئیں گے اور اس کو امامت کے لیے پیش کریں گے، اسے یہ پسند نہ ہوگا، پھر حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان لوگ اس سے بیعت کریں گے، اور شام کی جانب سے ایک لشکر اس کے خلاف بھیجا جائے گا تو مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام بیداء میں وہ سب کے سب دھنسا دیے جائیں گے، جب لوگ اس صورت حال کو دیکھیں گے تو شام کے پارسا لوگ اور اہل عراق کے بہترین لوگ اس کے پاس آئیں گی، حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان اس سے بیعت کریں گی، اس کے بعد ایک شخص قریش میں سے اٹھے گا جس کا ننہال بنی کلب میں ہوگا جو ایک لشکر ان کی طرف بھیجے گا، وہ اس پر غالب آئیں گے، یہی کلب کا لشکر ہوگا، اور نامراد رہے گا وہ شخص جو کلب کے مال غنیمت میں حاضر نہ رہے، وہ مال غنیمت تقسیم کرے گا اور لوگوں میں ان کے نبی کی سنت کو جاری کرے گا، اور اسلام زمین پر نافذ ہو جائے گا، وہ سات سال تک حکمرانی کرے گا، یا آپ نے کہا کہ 9 سال تک حکمرانی کرے گا "(اس حدیث کو الطبرانی نے الاوسط میں روایت کیا، اور ہیثمی نے مجمع الزوائد میں روایت کیا اور کہا کہ اس کے راوی مستند اور صحیح ہیں)۔ حدیث کے راوی اور اس کی شرح کرنے والے اس بات پر متفق ہیں حدیث میں جس خلیفہ کی بات کی گئی ہے وہ مہدی ہیں جبکہ حدیث کے شروع میں آپ ﷺ نے فرمایا، **اخْتِلَافٌ عِنْدَ مَوْتِ خَلِيفَةٍ** "ایک خلیفہ کی موت کے وقت اختلاف ہوگا"، مطلب یہ کہ امام مہدی کے آنے سے قبل خلافت موجود ہوگی۔

> سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اسلام اجنبی حالت میں شروع ہوا اور عنقریب پھر اجنبی ہو جائے گا، جیسے شروع میں تھا، تو ایسے وقت میں اس پر قائم رہنے والے اجنبیوں (غرباء) کے لیے خوشخبری ہے"۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا، "اے اللہ کے رسول ﷺ وہ اجنبی کون لوگ ہیں؟"۔ آپ ﷺ نے فرمایا، وہ جو لوگوں کی اصلاح کریں گے جب لوگوں میں بگاڑ آچکا ہو"۔ یہ حدیث طبرانی نے الکبیر میں روایت کی ہے۔

تو بشارت پر مبنی اس حدیث سے ہمیں آج کے دور میں کیا سبق لینا چاہیے؟ کیا اس کا مطلب یہ ہے کی ایک حاملِ دعوت اپنی دعوت سے دستبردار ہو کر خاموشی سے بیٹھ جائے؟ یا یہ کہ ایک دینی عالم، انسانی حقوق کا کارکن اور صحافی خلافت کے منصوبے کی حمایت سے ہاتھ کھینچ لے؟ یا یہ کہ ایک آرمی آفیسر نُصرہ فراہم کرنے کی اپنی ذمہ داری سے منہ موڑ لے؟ نہیں، کسی بھی صورت اس ذمہ داری سے منہ نہیں موڑا جا سکتا۔ اے مسلمانو! رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خبردار کیا تھا اس وقت کے متعلق جب فتنے کے دور میں خرابی پھیل جائے گی۔ لیکن آپ ﷺ نے ان لوگوں کی بھی نشاندہی کی تھی جنہیں اللہ کی رضامندی حاصل ہوگی۔ سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **بدأ الإسلام غريباً وسيعود غريباً كما بدأ فطوبى للغرباء قالوا يا رسول الله ومن الغرباء؟ قال الذين يصلحون عند فساد الناس** "اسلام اجنبی حالت میں شروع ہوا اور عنقریب پھر اجنبی ہو جائے گا، جیسے شروع میں تھا، تو ایسے وقت میں اس پر قائم رہنے والے اجنبیوں (غرباء) کے لیے خوشخبری ہے"۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا، "اے اللہ کے رسول ﷺ وہ اجنبی کون لوگ ہیں؟"۔ آپ ﷺ نے فرمایا، وہ جو لوگوں کی اصلاح کریں گے جب لوگوں میں بگاڑ آچکا ہو"۔ یہ حدیث طبرانی نے الکبیر میں روایت کی ہے۔ اور الاوسط کی روایت میں ہے: **يصلحون إذا فسد الناس** "وہ لوگوں کی اصلاح کریں گے جب وہ خراب ہو جائیں"۔ لفظ 'اذا' یعنی 'جب' اس کے لیے استعمال ہوتا ہے جو آنے والے زمانے سے تعلق رکھتا ہو۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث صحابہ کے متعلق نہیں کہ جنہوں نے سب سے پہلے لوگوں کی اصلاح کی بلکہ یہ بعد کے دور کے متعلق ہے کہ جب اصلاح کے بعد دوبارا لوگوں میں بگاڑ آ جائے گا۔ پس ہمیں مایوسی اور بے عملی سے نجات حاصل کرنی ہے۔ ہمیں اپنی ذمہ داری ادا کرنی ہے تا کہ ہم ان لوگوں میں شامل ہو سکیں جو ان بشارتوں کا مشاہدہ کریں گے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی خوشنودی حاصل کریں گے۔

ختم شد

کیا اردگان ترکی میں خلافت کے اعلان کی تیاریاں کر رہا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بلاشبہ عہدِ حاضر کے مسلمان خلافت کے لیے بے تاب ہیں اور اپنے سینوں میں اس کی تڑپ رکھتے ہیں، تقریباً پورے عالم اسلام پر ٹوٹ پڑنے والی بدترین ذلت و بربادی کے اس عمومی منظر نامے اور ملبے کا ڈھیر بنے عالم اسلام کے کھنڈرات پر سے کھڑے مسلمانوں کی نظریں آج ایک زلزلے کی منتظر ہیں، یہ زلزلہ تب ہو گا جب ترک مسلمان عرب ممالک بلکہ پورے عالم اسلام میں سے خلافت کی طرف پہل کریں گے اور اپنے پروردگار کے سوا کسی اور کی وفاداری کو اور اپنے عظیم دین اسلام کے نظام کے علاوہ تمام دیگر نظاموں کو جھٹک دیں گے۔ اسلام نے عربوں کو ایک الگ تھلگ رہنے والی قوم کی سطح سے، جس کی دیگر اقوام کی نظروں میں کوئی قیمت اور وقعت نہیں تھی، اُٹھا کر انہیں سرداری اور جہانبانی کی چوٹی پر لا کھڑا کیا، مگر یہ اس وقت ہی ہوا تھا جب قوم حجاز نے اسلام کے زرّین احکامات کے بل بوتے پر اپنے داخلی حالات کو ٹھیک کر لیا اور انتہائی قلیل عرصے میں وہ قوت و طاقت اور دبدبہ و شوکت حاصل کی جس کو آج بھی سیاسی دانشور اپنے مطالعہ میں رکھتے ہیں۔ وہ اپنے آس پاس کے علاقوں میں جنگی معرکے سر کرنے اور اسلامی ثقافت کو فروغ دے کر اسلام پھیلانے لگے، الجزیرہ کے عرب قبائل اس جدید دین کی طرف لپک گئے، چنانچہ محمد ﷺ کی قائم کردہ ریاست کا پہلا عشرہ مکمل ہونے سے بھی پہلے اسلام کی جڑیں مضبوط ہو گئیں، اس کے بعد عربوں نے دنیا کی بڑی ریاستوں کو للکارنا شروع کیا۔ یہاں بنیادی سوال یہ ہے کہ اگر ہمیں دوبارہ موقعہ ملا اور ریاستِ خلافت الثانی قائم کر دی، تو کیا ایسا ممکن ہے کہ یہ دوسری خلافت بھی اُسی پہلی ریاست جیسی بن سکے گی، مسلمان تو اس کا جواب مثبت دیتے ہی ہیں، کہ جی ہاں ایسا ہو سکتا ہے۔ کفریہ ریاستوں کے مفکرین بھی اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اور بڑی ریاستوں کے سیاستدان اسلام کی دوبارہ واپسی سے لرزہ براندام رہتے ہیں۔ انہیں جس چیز کا خوف لاحق ہے وہ یہ ہے کہ کہیں آج کی طاقتور ترک ریاست کے ہاتھوں عظیم اسلام کی واپسی کا آغاز نہ ہو جائے، کیونکہ ترک قوم جو خلافتِ عثمانیہ کی تاریخ سے آشنا ہے، دین اسلام کی عظمت رفتہ کی بحالی کے خواب دیکھتی ہے، عثمانی خلافت کے دور میں استنبول اسلامی ریاست اور پوری اُمت کا مرکز تھا، ترکی کے علاوہ مغربی سیاسی سورماؤں کو طاقتور پاکستان سے بھی ڈر لگا رہتا ہے، ان کے لیے مصر کی صورتحال بھی کسی خطرے سے کم نہیں، جو عظیم فوجی طاقت کی حامل ریاست ہے اور بحر متوسط اور بحر احمر کے کنارے پر واقع دنیا کا اہم ملک ہے، نہر سویز کی عالمی تجارتی گزرگاہ اس میں واقع ہے۔ عالم اسلام کے اندر موجود اپنے دین اسلام کے ساتھ والہانہ محبت اور اسلامی ریاست کے قیام کی صلاحیت و قابلیت بڑی ریاستوں کے سیاستدانوں کے لیے ایک سے ایک بڑھ کر خطرہ ہے، یہ صورتحال ان کے پہلوؤں میں کانٹوں کی طرح چبھتی ہے، ان حالات میں بالخصوص امریکا کی بے چینی سمجھ میں آتی ہے۔

خلافت کے زلزلہ سے امریکی اور یورپی بے چینیوں کی حقیقت جاننے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ ان کے خیال میں امت مسلمہ اب ان کے کنٹرول میں نہیں رہی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ماضی میں مغرب مسلم ممالک کے ہر چھوٹے بڑے مسئلے میں بآسانی اپنی مرضی چلایا کرتا تھا اور تمام معاملات اس کے قبضے میں تھے، لیکن اس صدی کے شروع ہوتے ہی امت نے کروٹ لی، اور نئے قسم کے حالات دیکھنے میں آئے جو یورپ کے کنٹرول سے باہر ہیں۔ ان حالات کا مشاہدہ پہلی بار 2001 میں ہوا، جب افغان طالبان نے القاعدہ سے الگ ہونے کا مطالبہ مسترد کر دیا، جسے امریکہ نے نائن الیون کے حملوں کا ذمہ دار ٹھہرایا تھا اور امریکی مطالبہ ماننے کے بجائے طالبان نے جنگ کو ترجیح دی تھی، جس کے نتیجے میں امریکہ کی افغانستان پر حملے اور قبضے کے بعد طالبان کو اپنی حکومت سے ہاتھ دھونا پڑا۔ یہ شروعات تھیں، اس کے بعد 2003ء میں امریکہ نے عراق پر قبضہ کر لیا۔ امریکہ نے بڑی دھوم دھام سے عراقی فوج کو شکست دینے کا اعلان تو کر دیا مگر اس کے بعد جب عراق کی دلدلوں میں امریکی افواج کی کھالیں کھینچی گئیں تب اُسے اندازہ ہوا کہ مقابلہ سخت ہے، اور اس کی آنکھوں کے سامنے شکست کے آثار دکھائی دینے لگے۔ پھر 2011ء میں عرب بہار کی تحریکوں نے سر اٹھایا جس کا نعرہ تھا "حکومت کو گرا کر ختم کرنا ہے"، یعنی امریکہ یا یورپ کی ایجنٹ حکومتیں، جو متعفن اور بوسیدہ ہو کر کب سے عوامی مقبولیت کھو چکی ہیں، یہاں تک کہ اب یہ سقوط کے دہانے پر پہنچ گئی ہیں۔ چونکہ امریکی و یورپی خفیہ اداروں کے اذہان میں اس قسم کی تحریکوں کی کوئی توقع نہیں تھی، اس لیے ان ریاستوں نے بے قابو ہوئی صورتحال کو دیکھتے ہوئے بڑے خطرے کی گھنٹی بجا دی۔ 2011 میں شروع ہونے والا انقلابِ

شام کا ایک مخصوص انداز تھا، اس میں حکومت گرانے کے ساتھ ساتھ خلافتِ راشدہ کے قیام کا نعرہ بھی پر زور طریقے سے بلند کیا جانے لگا، چنانچہ امریکہ نے اس کے خلاف طاقت کا بہت زیادہ استعمال کیا۔ اس بھڑکتی آگ کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش میں ایران اور روس اور دیگر کو شامی حکومت کا ہمنوا بننے کا آرڈر دیا، جبکہ امریکہ نے باور یہ کرایا کہ خود وہ شامی حکومت اور اس کے حلیف ریاستوں ایران اور روس وغیرہ کا مخالف ہے۔ اس خطرے سے نمٹنے کے لیے امریکہ کی مذکورہ پالیسی اس کی ضرورت اور ناگزیر اسٹریٹیجی تھی، ورنہ حالات سنگین ہو جاتے اور بے قابو ہو کر اس کے ہاتھ سے نکل جاتے۔ مختصر یہ کہ انقلابِ شام کی صورتحال سے امریکہ کا یہ خوف بڑھتا گیا کہ اب نبوت کے نقش قدم پر قیامِ خلافت کا زلزلہ آیا چاہتا ہے۔

یہاں دو قسم کے مسئلے منظر عام پر آئے۔ ایک، شامی انقلاب کو گھیر اڈالنے کے لیے ترکی بڑے پیمانے پر امریکہ کے ساتھ تعاون کرنے لگا، اس کا اصل سرمایہ یہ تھا کہ ترکی میں برسراقتدار پارٹی کو "اسلامی پارٹی" سمجھا جاتا ہے اور اس کا صدر رجب طیب اردوگان کو "معتدل اسلامی" تحریکوں کے ہاں بہت زیادہ مقبولیت حاصل ہے۔ دوسرا یہ کہ موصل میں "جعلی خلافت" کا اعلان کیا گیا۔ انہی دو مسئلوں کی بنا پر امریکہ میں ایک جدید فکر پروان چڑھی کہ "عثمانی ترکی" ہی عالم اسلام کی اس بے قابو صورتحال کو کنڑول کرنے کا ایک کامیاب ذریعہ ہو سکتا ہے۔" اس امریکی سوچ کی سنجیدگی کے ثبوت کے لیے CNN کی عربی نیوز سروس نے 12 جون 2014 کو بیان کیا" سالہا سال سے سیاسی پنڈت یہ پیشن گوئیاں کرتے آرہے ہیں کہ چند عوامل جن میں سے بعض کا تعلق تاریخ کے ساتھ اور بعض کا نئی اور اہم قراردادوں کے ساتھ ہے، ایسے سامنے آئے ہیں جو اس دہکتے بھڑکتے خطے میں جلنے والی آگ پر مزید تیل چھڑکانے کا باعث بن سکتے ہیں"۔ دوسری طرف "اٹلس کونسل" کے مفکرین وارننگ دیتے نظر آتے ہیں کہ عرب خطے میں انارکی سے ایک تصور کے جنم لینے کا خدشہ ہے جس کی بنیاد وسیع وعریض ریاست خلافت کا قیام ہوگا"۔ 2016 میں امریکی ماہرین نے انتباہ کیا کہ امریکہ کو دو بڑی جنگوں کا سامنا ہے، ایک اسلامی سرزمینوں میں اور دوسری چین کے ساتھ۔

اس کا مطلب ہے کہ اپنے عالمی اثر ورسوخ اور بین الاقوامی حیثیت کی حفاظت کے پیش نظر امریکہ نہایت سنجیدگی سے اس امکان پر غور کر رہا ہے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ موجودہ حالات کا نتیجہ ریاست خلافت کے قیام کی شکل میں دیکھنا پڑے، اس لیے وہ ابھی سے تیاری میں مصروف ہے۔ اس حقیقت سے پردہ اٹھانے کے لیے ترک حکومت کی حقیقت اور اردوگان کے ایجنٹ ہونے کے معاملے پر نظر ڈالنا ضروری ہے، یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ "موڈریٹ اسلامک" کہلائی جانے والی پارٹیوں کا استنبول اور انقرہ کی طرف کھچ جانے کی حقیقت کیا ہے؟ اس کے بعد ہم اس پر بات کریں گے کہ امریکہ "عثمانی ترکی" کے حوالے سے اتنا سنجیدہ کیوں ہو چکا ہے؟ اور امریکہ "عثمانی ترکی" کو کیا کیا مراعات دے رہا ہے، اس کے بعد ان عثمانی اشاروں کو مد نظر رکھیں گے جو اردوگان پیش کرنے لگا ہے، اس سب پر بحث کرنے کے بعد اس اہم امریکی سوچ کی سنجیدگی کے حوالے سے فیصلہ کیا جا سکتا ہے، اس پوری بحث کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان امریکہ کے اس سیاسی جال میں پھنسنے سے بچ سکیں۔

ترک حکومت کی حقیقت :

ترک حکومت کی حقیقت یہ ہے کہ یہ واضح طور پر ایک سیکولر حکومت ہے، برطانوی ایجنٹ مصطفی کمال نے خلافت عثمانیہ کے ملبے پر جس نظام کی عمارت کھڑی کی تھی، آج تک وہی نظام مسلط ہے۔ طرزِ حکومت خواہ اردوگان کا اپنایا ہوا صدارتی نظام ہو، جس کے لیے 2017 میں ریفرنڈم کروایا گیا، یا پارلیمانی ہو جہاں وزیر اعظم ہی سربراہ ریاست ہوتا ہے اور زمام حکومت اسی کے ہاتھ میں ہوتی ہے، دونوں طرز کے نظام سرمایہ دارانہ نظام سے اخذ کیے گئے ہیں جس کا ہمارے عظیم دین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، نیز یہ طرزِ حکومت اور شکل وہیئت کے اعتبار سے بھی غیر اسلامی نظام ہیں۔ ترکی کی پالیسی کیا ہے؟ داخلی طور پر اس کی پالیسی سرمایہ دارانہ پالیسی ہے نہ کہ اسلامی، کیونکہ ترکی کے موجودہ قوانین وہی انسانوں کے وضع کردہ قوانین ہیں جنہیں پارلیمنٹ منظور کرتی ہے۔ اس کا کوئی قانون شریعت سے اخذ شدہ نہیں، سوائے چند شخصی شرعی احکام کے۔ شادی کے مسئلے کو دیکھیں، ایک سے زیادہ عورتوں سے

شادی کرنا ترکی کی قوانین کی نظر میں ممنوع اور ناجائز ہے، جبکہ ترک قانون ایک مسلمان عورت کو کافر کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت دیتا ہے، اس کے عدالتی قوانین بھی انسانوں کے وضع کردہ ہیں، ان کا بھی ماخذ شریعت نہیں۔

اس کے باوجود کہ اردوگان کی برسرِ اقتدار "جسٹس اینڈ ڈیویلپمنٹ" پارٹی کے بارے میں عام تصور یہ ہے کہ یہ ایک اسلامی پارٹی ہے، مگر یہ ہرگز اسلامی پارٹی نہیں، یہ محض خوش فہمی ہے، کیونکہ اس نے عصری قوانین میں کوئی تبدیلی کی، نہ ہی ان میں تبدیلی کی کوئی کوشش کی ہے۔ بعض اسلامی کہلائی جانے والی پارٹیاں شرعی احکام کے نفاذ کے لیے تدریجی طریقہ کار پیش کرتی ہیں، اس سے قطع نظر کہ تدریجی نفاذ (گریجول ازم) کے بارے میں شرعی نقطہ نظر کیا ہے، سادہ لفظوں میں تصور یہ ہے کہ اسلام کے تدریجی نفاذ کی سوچ پر قائم ریاست اسلام کے کسی ایک جز کو نافذ جبکہ دوسرے کو مؤخر کیے رکھتی ہے، اور ہر سال اپنے قوانین کے اندر شرعی احکام میں سے کچھ نئے اضافے کرتی رہتی ہے، یہ تدریج کے بارے میں سادہ تصور ہے، جبکہ ترک صدر اردوگان اور اس کی "اسلامی" پارٹی کسی طرح بھی شرعی احکام کا نفاذ نہیں کرتی (سوائے ان چند پرسنل لاز کے جس کا ہم نے پچھلی سطور میں ذکر کیا جو اردوگان کے آنے سے پہلے ہی موجود تھے) اور اس کے باوجود کہ وہ ترکی میں 2002 سے حکومت کرتا آرہا ہے، مگر ریاست کے اندر شرعی احکامات میں اب تک کوئی اضافہ دیکھنے میں نہیں آیا، صدر اردوگان تدریجی نفاذ کا تصور بالکل پیش نہیں کرتا، نہ ہی اس نے کبھی ایسی کوئی بات کی، اس کے کسی انتخابی پروگرام میں شرعی احکامات کو شامل ہی نہیں کیا گیا، چنانچہ اردوگان کھلم کھلا سیکولر ہے، اور سیکولر ہونا اس کے لیے کوئی عار یا وجۂ شرمندگی نہیں۔ اس نے مصر کے دورے میں اخوان المسلمون سے بھی سیکولر ازم کا مطالبہ کیا، جرمن نیوز ایجنسی (DWA) (2011/9/13) کی رپورٹ کے مطابق "ترک وزیر اعظم رجب طیب اردوگان نے مصر کے لوگوں کو اس بات کی تحریک دی کہ وہ ایک سیکولر ریاست کے قیام کے لیے کام کریں، اس نے اس بات پر زور دیا کہ سیکولر ریاست کا مطلب 'لادین ریاست' نہیں ہوتا۔ مصری ٹی وی چینل "دریم" کے ساتھ انٹرویو کے دوران اردوگان نے سیکولر بنیادوں پر مصر کا دستور مرتب کرنے کا اظہار کیا، خود اس بات کا اعتراف کیا کہ ترکی اس وقت ایک متوازن سیکولر ریاست کا نمونہ ہے، اس نے اشارہ دیا کہ ایک سیکولر ریاست کا وزیر اعظم ہو کر بھی وہ مسلمان ہے۔

اردوگان اور اس کی پارٹی اسلامی احکامات کا راستہ روکنے میں سختی سے کام لیتے ہیں، ڈاٹ مصر 2014/11/14 کے مطابق "ترکی میں برسر اقتدار جسٹس اینڈ ڈیویلپمنٹ پارٹی نے بحر اسود پر واقع ریزہ شہر میں اپنے نائب بھیجنے کا فیصلہ کیا تاکہ وہاں کے پارٹی رکن اور چیئرمین بلدیہ خلیل باکرچی سے سرکاری سطح پر تحقیقات شروع کی جائیں۔ خلیل باکرچی نے میڈیا پر بیان دیا تھا جس میں انہوں نے مطالبہ کیا تھا کہ ترکی میں متعدد شادیوں کی اجازت دی جائے۔ اس کا یہ مطالبہ مملکت ترکیہ کے دستور کے خلاف تھا"۔

اس کے علاوہ ترکی قومیت کا نظریہ ترک حکومت کا جزوِ لاینفک ہے۔ اس لیے کرد اور عرب مسلمانوں کو ترک ریاست کی اقلیت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ حکومتی عہدوں کے لیے انہیں ترکیوں جیسی حیثیت حاصل نہیں۔ ریاست اپنی غیر اسلامی ترک قومیت والے مزاج کو چھپاتی نہیں، گویا نہیں اس کا پتہ ہی نہیں کہ محمد ﷺ نے قومیت کو بدبودار کہا ہے (دَعُوهَا فَإِنَّهَا مُنْتِنَةٌ) یعنی "اس کو چھوڑ دو، یہ بدبودار ہے" دینِ اسلام ایک اسلامی امت کے درمیان کسی بھی قسم کی تفریق کو مسترد کرتا ہے اور اس کو حرام قرار دیا ہے۔

جہاں تک ترکی کی خارجہ پالیسی کا تعلق ہے تو یہ بھی مکمل طور پر اسلامی اساس پر نہیں کھڑی ہے، یہ پالیسی ترک ریاست کے لیے ملک سے باہر اسلام کی دعوت کو اپنا ہدف قرار نہیں دیتی۔ اگر امریکہ میں مسجد بنانا یا مغرب میں اسلامک سنٹر کھولنا ہی کوئی بڑا کام ہے تو اس میں ترکی کی کیا خصوصیت ہے، خلیج کے چھوٹی ریاستیں اور مصر و دیگر مسلم حکومتیں بھی تو یہ 'کارِ خیر' انجام دیتی ہیں۔ باہر کے ممالک میں رہائش پذیر تارکینِ وطن مسلمان عالمِ اسلام کے تعاون یا اپنی مدد آپ کے تحت مساجد تعمیر کرواتے ہیں۔ ترکی اپنی خارجہ پالیسیوں میں بھی مسلمانوں کے ساتھ بحیثیت مسلمان تعاون کرنے میں کوئی کردار ادا نہیں کرتا، یہودیوں کے ساتھ اس کے سفارتی تعلقات قائم ہیں اور فلسطینیوں کے خلاف روزانہ جنگی جرائم کا ارتکاب کرنے کے باوجود ترکی یہودیوں کے ساتھ عسکری و فوجی تعاون بھی کرتا ہے، یہ وہی تعاون ہے جس کی اردوگان رٹ لگاتا رہتا ہے۔ ترکی کی طرف سے فلسطینی مسلمانوں کو جو تعاون دیا جاتا ہے، کسی مغربی ملک کی طرف سے دیے جانے والے تعاون کے دسویں حصے کے بھی برابر نہیں، یہ تعاون بھی یہودی آبادی کی بہبود کے لیے مغربی اسٹریٹیجی کے مطابق پیش کیا جاتا ہے۔ اب آتے ہیں شام کی طرف، جہاں بشار الاسد نے ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کو تہ تیغ کیا، دور دراز سے امریکہ اپنے حواریوں سمیت شام میں آدھمکا، روس بھی آیا، مگر ترکی نے صرف اس وقت ہی مداخلت کرنی شروع کی جب قتل و غارت گری کا ایک عرصہ بیت چکا تھا، اور

مسلمانوں کا خون بے دریغ بہایا جا چکا تھا۔ یہ مداخلت بشار الاسد کے مفاد کے لیے تھی کیونکہ ترک حکومت انقرہ، آستانہ اور جنیوا میں ترک نواز دھڑوں پر دباؤ ڈالتی رہی کہ وہ بشار الاسد کے ساتھ مذاکرات کریں، ترکی نے ان ڈھروں کو ان علاقوں سے باہر نکالا جہاں وہ بشار الاسد کے خلاف بر سر پیکار تھے اور "فرات شیلڈ" نامی آپریشن میں "تنظیم الدولۃ" کے خلاف لڑنے پر آمادہ کیا، اور "غصن الزیتون" نامی آپریشن میں ان دھڑوں کو کرد تنظیموں کے مقابلے میں لا کھڑا کیا۔ اس قسم کی تمام مداخلتیں باقی ماندہ مخلص انقلابیوں کے خلاف بشار کی کامیابی کا سبب بنیں۔ روہنگیا جس کی مظلومیت نے پوری دنیا کی آنکھوں کو اشکبار کر دیا، بجائے ان کی عملی مدد کے ترکی نے میانمار کی وحشی فوج کے ساتھ تعاون کیا اور دوسری طرف اعلان یہ کیا کہ ترکی نے روہنگیا مسلمانوں کو اپنا تعاون بھیج دیا ہے، ترکی نے جس انداز میں ان کی حمایت کے لیے آواز اُٹھائی، اس کے بالمقابل بعض مغربی ممالک کی آوازیں زیادہ بااثر تھیں۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ ترکی اپنے حکومتی نظم اور اپنی داخلہ و خارجہ پالیسی دونوں کے حوالے سے ایک سیکولر ملک ہے، اور اس کے رجحانات اسلامی شرعی رجحانات نہیں، اس لیے اس سے تدریجی اسلام کے نفاذ کی امیدیں بھی وابستہ نہ کی جائیں، جبکہ اسلام کے تدریجاً نفاذ کے شرعی طور پر درست ہونے پر بہت بڑا سوالیہ نشان موجود ہے۔ ان امور کے واضح ہونے کے باوجود اردوگان کی ترکی پر اگر کسی کو اسلامی ہونے کا شبہ ہوتا ہے تو وہ خود فریبی میں مبتلا ہے۔ لہٰذا ترکی عالم اسلام کے بقیہ ممالک سے قطعاً مختلف نہیں، یہ مسلسل اسلام کے داعیوں کا تعاقب کرتا ہے اور ترکی کے قید خانے ان سے بھرے ہوئے ہیں۔ ترک ریاست کو ترکی میں اسلام کے نفاذ کی دعوت برداشت نہیں، اسلام کے نفاذ کی دعوت دینے والوں کو "انتہا پسند" اور "دہشت گرد" ہونے کا الزام دیا جاتا ہے، بالکل جیسا کہ مغرب کا طرز عمل ہے۔

بے شک صدر اردوگان ایک ایجنٹ ہے :

اردوگان خارجہ پالیسی کے حوالے سے ایک ایجنٹ کا کردار ادا کرتا ہے، تو یہ کوئی ایسی بات نہیں جس کو جاننے کے لیے، بہت زیادہ گہرائی سے سوچنے کی ضرورت پڑے، کیونکہ ترکی آج کے اردوگان کے دور میں بھی اور اس سے پہلے 1952 سے نیٹو NATO الائنس کا حصہ ہے، جو کہ قانونی طور پر امریکی عسکری کمان کے تحت ہے، ترکی میں ہی نیٹو کا سب سے بڑا بیس "انجرلیک" موجود ہے، جہاں سے امریکی جنگی طیارے شام و عراق میں نہتے مسلمانوں پر بمباری کے لیے اڑان بھرتے رہے۔ دوسری طرف ترکی کئی دہائیوں سے یورپی یونین میں شامل ہونے کی کوششوں میں مصروف عمل ہے اور اپنے آپ کو یورپین ریاست کہتا ہے، اس نے یورپی یونین میں شمولیت کی تمام شرائط بھی تسلیم کرلی ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ترکی میں مسلمانوں کی اکثریت ہے، اسی وجہ سے مغربی ممالک نے یورپی یونین میں اس کی شمولیت مسترد کر دی ہے مگر اس کے باوجود وہ اپنے اس مطالبے پر بضد ہے اور اس سے پیچھے نہیں ہٹا۔ یہی وجہ ہے کہ ترک ریاست کے خیالات اور خواہشات و رجحانات سب کے سب مغربی ہیں، اردوگان نے انہیں تبدیل نہیں کیا۔ جہاں تک دنیائے اسلام کے ساتھ اس کے "مضبوط" تعلقات کا تعلق ہے تو یہ یورپی اتحاد میں شمولیت مسترد ہونے کے ردِ عمل کے طور پر ہے۔ دوسرا یہ کہ ترکی کے یہ تعلقات موجودہ عصری نظام کے فریم کے مطابق دیگر ریاستوں اور حکومتوں کے ساتھ قائم کیے گئے ہیں اور ترکی کی طرف سے ایسی کوئی کوشش نظر نہیں آتی کہ اس صورتِ حال میں کوئی تبدیلی لائی جائے یا اس کو ختم کیا جائے۔ اس پر مزید دلائل پیش کرنے کی ضرورت نہیں، یہ سب جانتے ہیں۔

ممالک کی اسٹریٹیجیز کو گہری نظر سے دیکھنے والے سیاستدان لوگ بآسانی دیکھ سکتے ہیں کہ ترک ریاست کے امریکا کے ساتھ روابط ہیں، امریکا نے ہی اردوگان اور اس کی پارٹی کو ترکی میں تسلط حاصل کرنے کے سلسلے میں متعدد سیاسی وسائل، مالی مراعات کی فراہمی اور دیگر ذرائع سے سپورٹ فراہم کی، امریکا ہی یہ چاہتا تھا کہ ترک افواج میں موجود یورپ کے وفادار سرکش جرنیلوں کو لگام ڈالی جائے، 2016 کی ناکام ہو جانے والی انقلابی جدوجہد کے بعد اس پر تیزی سے عمل کیا گیا، جبکہ "گولن" کو اس انقلاب کا ذمہ دار قرار دینے کا ڈرامہ رچایا گیا، اس کے ساتھ یہ مصنوعی ڈرامہ بھی کہ اس انقلابی کوشش میں امریکہ کا بھی کچھ دخل تھا۔ اس کے علاوہ شام میں پیش آنے والے حالات و واقعات سے اردوگان امریکا تعلقات کی واضح مثال سامنے آئی، چنانچہ ترک خفیہ ایجنسیاں امریکی ایجنسیوں کے شانہ بشانہ شامی فوج سے الگ ہونے والے افسروں کو کھلم کھلا خوش آمدید کہتی تھیں، تاکہ شامی "چیف کمیٹی" اور "مسلح برادری کی اعلیٰ کمانڈ" جیسے دھڑوں کی تشکیل کر کے مسلح اپوزیشن کو وجود دیا جائے، یوں شامی انقلاب اور ان عسکری دھڑوں کو حکومت گرانے اور اسلامی ریاست کے قیام کے مقصد سے ہٹا دیا جائے، اس کے لیے ترکی اور امریکا کو واضح انداز میں شانہ بشانہ باہمی کام کرتے دیکھا گیا، اسی طرح استنبول اور انقرہ میں شامی اپوزیشن کی کانفرنسوں میں یہی کچھ ہوتا رہا جن کا نگران شام کے لیے امریکی سفیر فورڈ ہوا کرتا تھا۔ جب ٹرمپ انتظامیہ کے بر سر اقتدار آنے کے بعد امریکا

نے شام کے مسئلے پر روس کے ساتھ مذاکرات سے کنارہ کش ہونے کا تہیہ کر لیا، تو امریکہ نے آستانہ مذاکرات میں ترکی کو اپنا نائب بنایا، جس کے نتیجے میں شام میں سیز فائر کرنے، کشیدگی کم کرنے اور ذمہ دار ریاستوں کی سوچ پھیلانے کا امریکی خواب شرمندۂ تعبیر ہوا۔ ترکی ان ممالک میں سے ایک ہے جنہوں نے سیز فائر کی ضمانت تو دی، مگر بشار حکومت اور روس کی طرف سے سیز فائر کے معاہدات پر عمل نہیں ہوا، کیونکہ ترکی نے اس کی ذمہ داری نہیں اٹھائی تھی۔ امن کونسل میں بھی اس کا کردار امریکا جیسا رہا ہے، جہاں وہ صرف اپنی پریشانی کا اظہار کر دیتا ہے اور کچھ نہیں، جبکہ مجرم بشار شام میں مغربی غوطہ اور مشرقی غوطہ میں اور شیفونیہ وغیرہ کے علاقوں میں قتلِ عام کرتا رہا اور اس سے پہلے ادلب میں خون ریزی کرتا رہا، جبکہ یہ سب وہ خطے ہیں جہاں کشیدگی کم کرنے کی ضمانت ترکی نے دی تھی۔ اس حوالے سے اس کی پالیسی ہو بہو امریکی پالیسی جیسی ہے، یعنی "شامی حکومت کو فتح حاصل کرنے دو"۔ اس طرح ترک صدر اردوگان کی امریکا کے ساتھ وفاداری ملاوٹ سے پاک وفاداری ہے اور ترکی کی خارجہ پالیسی مکمل طور پر امریکی پالیسی کے ساتھ ہم آہنگ ہوتی ہے۔

معتدل اسلامی پارٹیوں" کا ترکی میں اکٹھا ہونا :

جہاں تک ترکی میں "معتدل اسلامی پارٹیوں" کے آکر جمع ہونے کا تعلق ہے تو اس کی وجوہات بڑی حد تک واضح ہیں۔ "لڑاؤ اور حکومت کرو" کی مغربی پالیسی کے مطابق ترکی ایک بڑی "سنی" ریاست ہے، جو تمام سنی اسلامی جماعتوں کو یکجا کر سکتی ہے، جیسا کہ اسی مغربی پالیسی کے مطابق ایران کے لیے تمام شیعہ اسلامی جماعتوں کو یکجا کرنا ممکن ہے، اور چونکہ ترکی میں برسر اقتدار ٹولہ ایک "اسلامی" پارٹی کہلاتی ہے، لہذا اس کے لیے اسلام پسند پارٹیوں کو یکجا کرنا ایک سہل امر ہے، یہی وجہ ہے کہ اردوگان کے دور میں ترکی میں عرب پارٹیاں سرگرم ہوئیں جو معتدل اسلامی پارٹیاں کہلاتی ہیں، اور استنبول اخوان المسلمون کا قبلہ و کعبہ بن گیا، بالخصوص ان اشخاص کے لیے جو 2013 میں سیسی کے خلاف برپا ہونے والے انقلاب کے بعد سیسی حکومت کے فراری بنے، یہی وجہ ہے کہ وہاں "معتدل اسلامی جماعتوں" کی کانفرنسیں منعقد ہوتی ہیں اور انہیں تعلیمی گرانٹس دی جاتی ہیں، اس سے یہ دکھانا مقصود ہے کہ گویا یہ ترکی کی اپنی جدید پالیسی ہے جس کو اردوگان نے اپنایا ہے، اس سے پہلے مصطفی کمال کے تاریک دور سے آج تک برسر اقتدار آنے والی حکومتوں میں ایسا نہیں دیکھا گیا۔ اس تعاون اور ان مراعات کے باعث معتدل اسلامی پارٹیاں کہلانے والی عرب پارٹیوں کے درمیان اردوگان کو بڑی عوامی مقبولیت حاصل ہوئی، اور اس کو "عظیم مسلم قیادت" کا خطاب ملا، تیونس کی نہضہ پارٹی کا قائد راشد غنوشی اس کے گن گانے لگا، یہاں تک کہ مصر کے قرضاوی نے اسے **السلطان** کا خطاب دیا، اور ترکی حماس کی بہت سی قیادتوں کے لیے پناہ گاہ بن چکا ہے، بالخصوص جب سعودی عرب اور مصر نے قطر کے گرد گھیرا تنگ کر دیا تو قطری حکومت نے ان قیادتوں سے قطر چھوڑ کر نکلنے کا مطالبہ کیا۔ اور وہ سب ترکی میں چلے آئے۔

باریکی سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ علاقائی قوت کی حامل ریاستوں کی کوشش ہوتی ہے کہ آس پاس کے کمزور ممالک کے اندرونی معاملات پر اثرانداز ہوا جائے، وہ اس کے لیے اس ملک کی پارٹیوں، اپوزیشن اور مسلح گروپوں کو استعمال کرتے ہیں۔ اگر بڑے ممالک کا کسی چھوٹے ملک پر مضبوط اثر و رسوخ ہو تو وہ چھوٹا ملک اس بڑے ملک کی خاطر پڑوسی ممالک پر زیادہ اثرانداز ہوتا ہے۔ مثلاً ترکی جس کے پیچھے امریکا کھڑا ہے، ان پارٹیوں کو اپنی طرف کھینچنا چاہتا ہے۔ خواہ یہ خفیہ طریقے سے ہی ہو، تاکہ وہ امریکی پالیسیوں کی راہ میں رکاوٹ نہ بنیں، بلکہ ترکی کی خواہش ہے کہ یہ پارٹیاں اس کی متعدد پالیسیوں کی تکمیل کے لیے آلۂ کار بنیں مثلاً ان کی مالی و سیاسی سپورٹ کر کے، انہیں میڈیا کوریج فراہم کر کے اور ان پارٹیوں کے ملک بدر قائدین کو ترکی میں پناہ لینے وغیرہ جیسی دیگر مراعات دے کر، اس سے مندرجہ ذیل مقاصد پورے ہوں گے :۔

1- فلسطین میں، امریکا چاہتا ہے کہ حماس پر قطری اثر کے بالمقابل ترکی اثر و رسوخ قائم کیا جائے، جس کا مقصد ہے کہ یورپین سپورٹ کے حامل ملک قطر کو فلسطینی مسئلے کے حل کے متعلق امریکی پروگراموں کو سبوتاژ نہ کرنے دیا جائے، ترکی ایسا تب ہی کر سکتا ہے جب حماس کو مالی سپورٹ اور مختلف قسم کی مراعات دے کر بہلایا جائے۔

2- شام میں، ترکی نے ایک طرف تو مالی مدد بہم پہنچائی، جبکہ اس کو ماڈرن اسلامی ریاست کے عنوان سے بھی شہرت حاصل ہے، اس وجہ سے ترکی شام کے متعدد مسلح گروپوں کو جو ماڈرن اسلام کے رجحانات رکھنے والے تھے، سیز فائر کے لیے مذاکرات کی میز پر بٹھانے میں کامیاب ہوا، اور ان کو روس اور شامی حکومت کے ساتھ مذاکرات کے لیے قازقستان کے دارلحکومت آستانہ میں کھینچ لایا، اور انہیں باور کرایا کہ ترکی ان کے ساتھ ہے اور یہ ایک ذمہ دار ریاست ہے، پھر ان کو حرام اور غیر اسلامی جنگوں اور معرکوں میں دھکیلا اور بشار کی مجرم حکومت کے خلاف

جنگ اور اس کا خاتمہ کر دینے کے بجائے ان کو کرد مسلمانوں سے لڑوایا، یوں امریکا نے شامی حکومت کو ترکی کے ذریعے بھی زندگی فراہم کی۔

مصر میں 2013 کے انقلاب کے بعد اخوان المسلمون کی متعدد قیادتوں کو ترکی میں جہاں ایک "اسلامی" پارٹی برسر اقتدار ہے، پناہ لینی پڑی، ترکی میں اخوان کے قائدین کا پناہ گزین ہو کر آنا امریکا کی ایک ناگزیر ضرورت تھی، امریکا چاہتا تھا کہ مرسی کے خلاف فوجی انقلاب برپا کرنے کے بعد اخوان المسلمون کی نقل و حرکت کو کنٹرول کیا جائے، تاکہ سیسی حکومت کے لیے کسی بھی بڑے خطرے کا سد باب کیا جاسکے، یہ اس لیے کیونکہ جب پارٹیوں کی نقل و حرکت نظروں کے نیچے ہو، تو نظر رکھنے والے کے لیے اس کے اہداف کو ناکام بنانا ممکن ہوتا ہے۔ امریکا یہ بھی چاہتا ہے کہ صرف قطر ہی اخوان المسلون پر اثرانداز ہونے والی ریاست باقی نہ رہے۔

عرب خطے کے مغربی ممالک میں، تیونس کی "نہضہ پارٹی" اور مغربی "تحریک انصاف" جیسی "ماڈرن اسلامی" پارٹیوں نے تو پہلے سے ہی ترکی میں اردوگان کی کامیابیوں پر بہت اچھل کود کر کے خاصی ڈھول اُڑائی ہے اور وہ سیاست میں ترکی کے تجربات کو سیکھنے اور ترکی کے ساتھ مضبوط تعلقات بنانے کی خواہشمند ہیں۔ مغربی عرب ریاستوں پر اثرانداز ہونے کے لیے اختیار کردہ بہت سے دیگر ذرائع میں سے یہ بھی ایک ذریعہ ہے کہ جسے استعمال کر کے امریکہ فرانسیسی اور برطانوی اثرونفوذ کی بجائے اپنا اثرورسوخ قائم کرنا چاہتا ہے۔ یہ ایک خطرناک گیم ہے کہ "ماڈرن اسلامی" جماعتیں عالمی و علاقائی کشیدگی کے اکھاڑے میں اُتر آئی ہیں، جس کا ان کے دین کے ساتھ کوئی تعلق ہے نہ ہی ان کے اعلان کردہ مبدا (آئیڈیالوجی) کے ساتھ۔ اس لیے یہ جماعتیں بھی دوسری سیکولر پارٹیوں کی مانند کشیدگیوں کی آگ کا ایندھن بنیں گی، ایک ایسی آگ جس سے امت کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا، لہٰذا اصولی طور پر ایک سیکولر نظام کو دوسرے سیکولر نظام سے تبدیل کرنا شرعی نقطۂ نظر سے تبدیلی نہیں کہلائی جاسکتی۔ البتہ یہ تبدیلی عالمی کشیدگیوں کے حوالے سے انتہائی اہم ہے، خاص کر جب کہ امریکا، برطانیہ و فرانس کی وفادار حکومتوں کو کسی بھی طریقے سے اکھاڑ دینے کے درپے ہے، خواہ یہ انتخابات کے ذریعے ہو یا مسلح کاروائی کے ذریعے۔ ترکی نے "اسلامی" اپوزیشنز کو کئی دیگر ممالک سے بھی اکٹھا کر لیا ہے، کیونکہ وہ خصوصی طور پر وقتاً فوقتاً اعلان کرتا رہتا ہے کہ ترکی اہل سنت کا مرکز ہے جیسا کہ موصل جنگ کے دوران اس نے یہ اعلان کیا تھا، وہ یہ سب کچھ خطے کو فرقہ وارانہ بنیادوں پر تقسیم کرنے کے امریکی منصوبے کے مطابق سرانجام دے رہا ہے۔

"عثمانی ترک پروگرام" کے لیے سنجیدگی اور امریکی مراعات

مصطفیٰ کمال کے بعد سیکولر ترکی کسی بھی قسم کے عثمانی تعلق سے یکسر نکلتا جا رہا تھا، لیکن گزشتہ چند سالوں میں دیکھا گیا کہ گویا اردوگان مصطفیٰ کمال کے دور سے جاری اس ترک پالیسی کو مجروح کر رہا ہے، بلکہ کبھی ایسا بھی محسوس ہوا کہ جیسے وہ اس کو پاش پاش کرنے کی کوششوں میں لگا ہوا ہے، اور اردوگان کی جدوجہد ترکی کے دائیں بازو کے رجحانات سے متصادم ہے، اور ان رجحانات کے ساتھ تصادم اس کے نزدیک بہت اہم ہے۔ انہی رجحانات کی بنا پر لوگ سابق صدر عبداللہ گل کی اہلیہ پر تنقید کرتے تھے، کیونکہ وہ اپنا سر ڈھانپتی تھی، ان کی سوچ یہ تھی کہ ترکی کی "خاتون اول" کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ ملک کی سیکولر چہرے کے خدو خال کا مظہر ہو، جبکہ سر کو ڈھانپنا ایک اسلامی روپ ہے، مگر گزشتہ چند ہی سالوں کے دوران اردوگان اس سے بھی آگے گزرتا چلا گیا اور اس کے دور اقتدار میں ترکی میں بعض عثمانی مظاہر دیکھنے میں آئے، جیسے اردوگان کے گارڈ اور ان کا عثمانی لباس اور دوسرے عثمانی ورثوں کی احیا۔ اس بنا پر اناضول نیوز ایجنسی نے 2018/2/10 کو لکھا: "ترک صدر رجب طیب اردوگان نے اتوار کے دن بعض لوگوں کی طرف سے سلطان عبدالحمید الثانی کے دور خلافت سے عداوت و دشمنی ظاہر کرنے پر کڑی تنقید کی، جسے بجا طور پر کامیابیوں کا دور کہا جاسکتا ہے، اُنہوں نے انتباہ کیا کہ تاریخ کے مطالعے میں سلیکٹیو سٹڈی کا طریقہ استعمال نہ کیا جائے، اردوگان نے اس جانب بھی اشارہ کیا کہ کچھ لوگ اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ ترکی کی تاریخ 1923ء سے شروع کی جائے (جو ترکش ری پبلک کی تاسیس کی تاریخ ہے) اور کچھ ایسے بھی لوگ ہیں جو ہمیں اپنی بنیادوں اور مضبوط اقدار سے کاٹ دینے کے لیے سر توڑ کوشش کر رہے ہیں۔ اس نے مزید کہا" اپوزیشن لیڈر کا جس طبقے کے ساتھ تعلق ہے، اس نے اپنے آباؤاجداد کے ساتھ دشمنی کو ریاست کے ساتھ وفاداری کے لیے معیار بنایا ہوا ہے۔ اردوگان نے مزید کہا "ان لوگوں کی نظر میں ترک جمہوریہ ایک نوزائیدہ ریاست ہے، جس کا ظہور حال ہی میں ہوا ہے اور یہ سلجوقی اور عثمانی سلاطین کا ترکہ نہیں جو چھ سو سال تک عالمی نظام کی قیادت کرتے رہے۔

یہ تو تھی ترکی کی اندرونی صورتِ حال، جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ آج کے ترکی کو عثمانی روپ میں دکھانے کے لیے امریکہ اُردوگان کو مراعات دے رہا ہے، تو اس کی تفصیل یہ ہے:

امریکا ترکی کو بیرونی دنیا میں فوجی اڈے تعمیر کرنے کے لیے بڑی بڑی مراعات آفر کر رہا ہے، تاکہ دنیا والے ترکی کو بڑی ریاست باور کر لیں۔ مسئلہ اس وقت شروع ہوا جب 2014ء میں ترکی نے عراق کے بعشیقہ کیمپ میں ہونے والی بشمرگہ مشقوں میں اپنی فوجیں بھیجیں۔ اس کے بعد قطر کا گھیراؤ کرنے کے لیے ترکی نے قطر میں اپنے جدید تعمیر کردہ اڈے کے لیے اپنے فوجی روانہ کیے، قابل غور بات یہ ہے کہ ترک افواج اس سے قبل 2013 میں قطر کے العدید بیس میں اُترتی تھیں جہاں امریکہ کا بڑی فوجی اڈا موجود ہے، یہ امریکی آشیرباد کے بغیر ناممکن ہے۔ بحیرہ چین کی طرف اپنی دو تہائی افواج کی منتقلی کے لیے تشکیل کردہ اسٹریٹیجی 2012 کے مطابق امریکا ترکی جیسے معتمد ممالک سے اس بات کا خواہشمند ہے کہ وہ کچھ بیسز میں امریکا کی جگہ کام کرے یا امریکی اڈوں کے بعض ملحقہ پارٹس میں کام کرے جیسے قطر کا العدید اڈا۔ صومالیہ میں ترکی کا فوجی اڈہ بھی اسی سے منسلک ہے۔ چھوٹے ممالک دوسرے ممالک میں اپنے اڈے قائم نہیں کرتے، اس لیے ترکی کا اپنے اڈے بنانا عظمت کی علامت ہے، جس سے لوگ یہ سمجھیں گے کہ ترکی بھی بڑی ریاست ہے۔ یہ پست سیاسی سوچ کی عکاسی کرتا ہے، کیونکہ ترکی کی تو یہ حالت ہے کہ وہ اپنے ناگزیر حالات کو درست کرنے اور ملک کے قرب وجوار میں پیش آمدہ مسائل حل کرنے سے قاصر ہے، ترکی کی سرحد پر امریکا اپنے مفادات کے مطابق شامی کردوں کو مسلح کر رہا ہے، ترکی اپنے پڑوسی ملک شام کے اندر موثر مداخلت کی پوزیشن میں بھی نہیں، جیسا کہ ایران وروس اور امریکی معیت میں عالمی اتحاد بھرپور مداخلت کرتے ہیں۔ پس ایسا ملک جو اپنے قریبی اور ناگزیر مسائل حل کرنے سے بے بس ہو، اس کے لیے قطر اور خلیجی ریاستوں یا صومالیہ میں اپنے مفادات کو وجود دینا کیسے ممکن ہے؟ اس لیے ان خطوں کے اندر فوجی بیسز کا قیام سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ یہ سب کچھ امریکی خدمت گزاری میں کیا جارہا ہے۔

2017/12/24 کو سوڈان کے دورے میں ترک صدر اردوگان نے سوڈانی جزیرہ "سواکن" کا بھی دورہ کیا اور وہاں عثمانی یادگاروں کی از سرِ نو احیاء کے ایک منصوبے کا اعلان کیا،

یہ جزیرہ بحر احمر (Red Sea) میں خلافتِ عثمانی کا گیریژن ہوا کرتا تھا، اس کو ترک فوجی بیس میں تبدیلی کے معاہدے کے لیے رازدارانہ سفارتکاری کی خبریں زبان زدِ عام ہوئیں۔ سوڈان کے صدر البشیر نے اردوگان کے ساتھ ملاقات میں کہا "میں اردوگان کی شخصیت میں ریاست عثمانی کی باقیات دیکھتا ہوں۔ اس کا واضح مطلب یہی ہے کہ اردوگان نے سوڈان جیسے امریکی ماتحت ریاستوں کا چکر لگانا اس لیے ضروری سمجھا تاکہ "جدید عثمانی ترکی" کی تصویر کو راسخ کیا جائے، یہ بھی ایک بڑی مراعات ہے جس کا حصول امریکی تائید کے بغیر ممکن نہیں۔ عرب حکام کے بارے میں یہ سوچنا ایک واہمہ سے زیادہ کچھ نہیں کہ وہ ترکی جیسے ممالک کے عسکری اڈے تسلیم کرنے کے حوالے سے آزادانہ فیصلے کر سکتے ہیں، یہ سب اپنے آقا کے پیروکار ہیں، چونکہ البشیر امریکی پالیسی کا پیروکار ہے اس لیے اردوگان کے حق میں البشیر کے پیش کردہ مراعات اسی امریکی پالیسی کے تحت ہیں جو آج کل ترکی کو بالادستی عطا کرنے کے حوالے سے طے پائی ہے۔

اردوگان نے چاڈ کے دورے کے دوران اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ "دونوں ملکوں کے تعلقات سولہویں صدی سے شروع ہوتے ہیں، یہ وہ دور تھا جب عثمانی ریاست کا اثر ونفوذ اس خطے تک پھیلا ہوا تھا۔ "چاڈ کے صدر ادریس دبی نے اس کے جواب میں کہا" ترکی بڑی ریاست ہے۔ گہری تاریخ کا حامل اور عالمی سطح پر معروف ومشہور ریاست ہے۔ ترکی اہم ریاست ہے جس نے تاریخ میں انسانیت اور اسلامی معاشرے کے حوالے سے اہم کردار ادا کیا۔" (اناضول نیوز ایجنسی 2017/12/26) اس سے "عثمانی ترکی" کا ٹائٹل لیے جدید ترکی کے رجحانات واضح ہو جاتے ہیں، اردوگان حکومت کے پہلے سالوں میں ایسا نہیں تھا، یہ اس کے اواخر میں سامنے آیا۔

رہا "عثمانی ترکی" کے امریکی پلان اور سوچ کی سنجیدگی کا مسئلہ، تو ہم یہ جانتے ہیں کہ خلافت کے متوقع زلزلے سے امریکی خطرات حقیقی ہیں، ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ امریکا اسی وجہ سے ایسی پالیسیاں بناتا ہے جنہیں نافذ کرنا اس کے عہدیداروں کا کام ہوتا ہے، ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ خطرات محض ریسرچ سنٹرز یا امریکی تھنک ٹینکس کے خیالات نہیں۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ امریکا نے موصل میں بغدادی کی نام نہاد خلافت کے اعلان سے بھرپور "فائدہ" اُٹھایا۔ فائدہ یہ تھا کہ شام کے اندر اس اعلان سے بے چینی پیدا ہوئی، کیونکہ شامی انقلاب نے جس خلافت کا نعرہ اٹھایا اس کے بالمقابل البغدادی کی خلافت کا پہلے اعلان کیا گیا۔ بغدادی کی خلافت ایک ایسا ملغوبہ بن کر سامنے آئی جس میں خونریزی، قتل وغارت گری اور اغواء شدہ خواتین کے ساتھ متعہ، مزارات، قبروں اور گنبدوں کو گرانے کے احکامات کی آمیزش کی گئی تھی۔ البغدادی کی مذکورہ خلافت کے ذریعے امریکہ نے عظیم ریاست خلافت کو منفی شکل میں دکھانے کی کوشش تو کی مگر اسے ناکامی ہوئی، ایک پہلو یہ تھا۔ دوسرے پہلو سے ماڈرن اسلامک پارٹیوں کو حکومت واقتدار تک رسائی دینے کی امریکی اور مغربی پالیسیاں بالعموم فیل ہوئیں، مثلاً تیونس کی نہضہ پارٹی کی جزوی حکومت ناکام ثابت ہوئی، یمن میں

جزوی اقتدار ناکام ثابت ہوا، غزہ کا تجربہ کوئی خاص شاندار تجربہ نہیں کہلایا جاسکتا، مصر میں الاخوان کا تجربہ مایوس کن رہا۔ ان تجربوں کو ناکام اس وجہ سے کہا جائے گا کیونکہ ان پارٹیوں کے اقتدار تک رسائی سے "ریڈیکل اسلام" (خالص اسلام) کی خواہش کو لگام دینا ممکن نہ ہوا۔ یہی وجہ تھی کہ امریکا نے "ماڈرنسٹ" اسلامی پارٹیوں کو اقتدار تک پہنچانے کی سوچ سے پسپائی اختیار کرلی ہے۔

اس کا تیسرا پہلو یہ ہے کہ امت مسلمہ کے اندر بغاوت کی صورتحال اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ امریکا کو عرب بہار جیسے حادثات پھوٹنے کا خوف رہنے لگا ہے۔ امریکا بڑی ریاست ہونے کی وجہ سے براہ راست یا اپنے غلاموں کے توسط سے مختلف پلانوں کا تجربہ کرتا رہتا ہے، یہ تسلی کرنے کے لیے کہ اس کے عالمی مفادات کو کوئی گزند نہ پہنچے۔ عالم اسلام کے اندر بغاوت و شورش اور نبوت کے نقش قدم پر حقیقی خلافتِ راشدہ کا دل دہلا دینے والا زلزلہ برپا کرنے کے لیے امت کی طرف سے مسلسل اقدامات کیے جارہے ہیں، اس سے پیدا شدہ مسئلے کا حل نکالنے کے لیے امریکا کی طرف سے اس قسم کے نئے پلان کی تلاش و جستجو یقینی امر ہے۔ امت کے یہ اقدامات جس سطح پر ہو رہے ہیں، عالم کفر کے لیے حادثات کی شکل میں نمودار ہوتے ہیں۔

امریکا نے البغدادی کی طرف سے موصل میں نام نہاد خلافت کے اعلان سے جو "فوائد" حاصل کیے اس بنا پر امریکی نگرانی میں "جعلی خلافت" کے قیام کی سوچ تازہ کرنے کی نئی کوشش خارج از امکان نہیں۔ ترک صدر اردوگان کے خیالات کو اس تناظر میں سمجھنا چاہیے۔ اردوگان کے بقول آج کا ترکی 1923 میں خلافتِ عثمانیہ کے انہدام کے اعلان سے قبل والے ترکی کے حالات تک پہنچ چکا ہے، اس طرح کے بیانات کے باوجود امریکا کی طرف سے سوڈان وغیرہ جیسے ماتحت ممالک میں ترکی کو مراعات فراہم کی جارہی ہیں۔ یہ امریکی پلان ابھی تک تیاری کے مراحل میں ہے اور ترک صدر اردوگان اس پلان کو عملی جامہ پہنانے کے امکانی راہیں ڈھونڈنے میں مصروف ہے۔ اس امریکی پلان کی طرف ایک اشارہ یہ بھی ملتا ہے کہ خلافتِ عثمانیہ کی نقالی کرتے ہوئے ترکی اب یورپین ریاستوں سے نوک جھونک کرنے لگا ہے، چنانچہ اردوگان نے جرمنی اور ہالینڈ کو نازی بقایاجات قرار دیا ہے۔ یوں اس نے غیر متوقع طور پر ان سے منہ پھیر لیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ موجودہ ترک ریاست کو "جعلی خلافت" میں تبدیلی کے انتہائی خطرناک امریکی اشاریوں (انڈیکس) کو نظر انداز کرنا کوئی عقلمندی نہیں، ایک ایسی خلافت کا پلان جو کسی بھی حقیقی خلافت کے مقابلے میں کھڑا ہونے کی صلاحیت رکھتی ہو، جی ہاں! حقیقی خلافت جس کے اعلان سے پوری دنیا کانپ اٹھے گی۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ جعلی خلافت کے لیے اس قسم کے پلانوں سے مسلمانوں میں بے چینی اور اضطراب پیدا ہونے کا امکان بعید از قیاس نہیں، بالخصوص "معتدل" کہلائے جانے والی تحریکات کے پیروکاروں میں، جن کے قائدین اردوگان پر اعتماد پیدا کرنے کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں، حتیٰ کہ ان قائدین میں سے کچھ نے تو اس کو سلطان کا لقب دے ڈالا ہے، باوجودیکہ یہود سمیت کفار کے ساتھ اس کے تعلقات ڈھکے چھپے نہیں۔ امریکہ جانتا ہے کہ اس قسم کے منصوبوں کی تکمیل مہینوں کا کام نہیں، اس کے لیے داخلی سطح پر کمالی پارٹیوں کے ساتھ مل کر طویل تیاری کی ضرورت ہے اور بیرونی سطح پر اس کے لیے انہیں بھرپور کوشش کرنی پڑے گی۔

مگر جو چیز سب سے زیادہ اہم ہے وہ یہ ہے کہ وہ مخلص مومن جنہوں نے صاف ستھرے اور پاکیزہ اسلام کی رسی کو تھام کر اپنے فکری رجحانات کو شرعی ادلہ کے مطابق جوڑ کر ایک کردیا ہے اور جو اس بات کے سوا کسی اور چیز کے طلبگار نہیں کہ ہمارا عمل خالص اللہ کے لیے ہو۔ ان سے یہ مطلوب ہے کہ وہ عظیم اسلامی ریاستِ خلافت علی منہاج النبوۃ کی عمارت کھڑی کرنے کے لیے اپنے قدم مضبوط کریں، وہ خلافت جس کی وفاداریاں صرف اپنے رب کے ساتھ ہوں گی اور اس کے احکامات دین متین کے احکامات ہوں گے۔ جو امریکا و مغرب کو ہلا کر رکھ دے گی اور قائم ہوتے ہی فی الفور ان کے اثر و نفوذ سے اسلامی سرزمین کو پاک کرنے اور ان کے فوجی و عسکری اڈوں کو ہٹانے کا کام شروع کردے گی۔ امت کے جسم سے ان کفار کے ایجنٹوں کی نجاست کو دھو ڈالے گی۔ یہ ریاست عظیم اسلام کے احکامات کا نفاذ کرے گی جس سے انسان سکھ کا سانس لیں گے اور آسمان سے برکتوں کا نزول ہونے لگے گا، امت کی حالت سدھر جائے گی جیسے کہ ماضی میں اس کی حالت اچھی تھی، امت اپنی قوت وطاقت کو یکجا کرلے گی اور اپنے اور اللہ کے دشمنوں کو خوفزدہ کردے گی، یہ وقت دُور نہیں مگر اللہ کے ہاں ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ دن قریب ہی ہو، اس دن مسلمان اللہ کی نصرت اور اسلام کی سربلندی سے خوش ہو جائیں گے۔

ختم شد

پاکستان کا خستہ حال تعلیمی نظام ملک کے نوجوانوں کا مستقبل تباہ کر رہا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پاکستان میں تعلیم کا معیار مسلسل گر رہا ہے۔ پرائمری اسکولوں کے تقریباً آدھے طالب علموں کو پڑھنا اور لکھنا تک نہیں آتا۔ ملک کا یہ غیر معیاری تعلیمی نظام غربت کے خاتمے میں ناکامی کی ایک اہم وجہ ہے، اور اس سے ہمیں اپنے حکمرانوں کے اس نام نہاد قومی ایجنڈا کے بارے میں ان کی دھوکہ دہی کا پتہ چلتا ہے۔ الف اعلان پاکستان کی ڈسٹرکٹ درجہ کی تعلیمی رپورٹ 2015، تعلیمی معیار کی سالانہ اسٹیٹس رپورٹ 2014، پاکستان شماریات کا بیورو، PSLMS 2012-13، اکیڈمی آف ایجوکیشن پلاننگ اور مینجمنٹ اور نیشنل ایجوکیشن مینجمنٹ انفارمیشن سسٹم 2013-14، کی یہ سب رپورٹیں ایک انتہائی مایوس کن تصویر پیش کر رہی ہیں بشمول اُن شہری علاقوں کے کہ جہاں تعلیمی معیار کے بہترین ہونے کے دعوے کیے جاتے ہیں۔ تقریباً 41 فیصد لاہور میں، 45 فیصد کراچی میں، 50 فیصد اسلام آباد میں اور 30 فیصد راولپنڈی میں پرائمری کے طالب علم سادہ الفاظ پر مشتمل جملے پڑھنے اور لکھنے کی بھی قابلیت نہیں رکھتے۔ 2016 کی ایک رپورٹ کے مطابق، پاکستان میں 154144 اسکولوں میں سے صرف 52 فیصد میں عمارتوں کے ضروری بنیادی ڈھانچے کے چار اجزاء بیرونی دیوار، بجلی، پانی اور واش روم موجود ہیں، جبکہ 11 فیصد اسکولوں میں دستیاب چار بنیادی سہولیات میں سے کوئی بھی موجود نہیں ہے۔ حکومت کی طرف سے تعلیم کے شعبے میں انتہائی کم سرمایہ کاری پاکستان کے تعلیم کے شعبے کی خراب کارکردگی کی اہم وجہ ہے۔ آزادی کے بعد سے لے کر آج تک پاکستان کی حکومت، اس مسئلے کی شدت کو پہچاننے میں ناکام رہی ہے۔

> اسلام میں نہ صرف تعلیم ایک بنیادی حق ہے جسے حکومت کو اپنے تمام شہریوں، چاہے وہ مرد ہوں یا عورت، مسلم ہوں یا غیر مسلم کو فراہم کرنا لازم ہے، بلکہ علم کا حاصل کرنا ہر مومن مرد اور عورت پر فرض ہے، جیسے کہ انس بن مالک سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ» "علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔"

گزشتہ 70 سالوں میں تمام کوششیں ناکام ثابت ہوئی ہیں، اور یہ سب ناکامیاں پاکستان کے سیکولر نظام میں موجود بنیادی خامیوں کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ پہلی تعلیمی کانفرنس کراچی میں اس وقت کے گورنر جنرل محمد علی جناح کی سربراہی میں منعقد ہوئی تھی۔ اگرچہ اس میں کئی پالیسیوں کا اعلان کیا گیا تھا اور بہت ساری کمیٹیاں تشکیل دی گئی تھیں، مگر یہ کانفرنس ناکام رہی، اور نوزائیدہ مملکت میں مہاجرین کی تعداد اور دیگر انتظامی مسائل کو اس کانفرنس کی ناکامی کے لیے مورد الزام ٹھہرایا گیا، لیکن برطانوی نوآبادیاتی نظام ملک میں جاری و ساری رہا۔ اس کے بعد سے کئی پالیسیوں کا اعلان کیا گیا لیکن وہ بھی مطلوبہ اہداف حاصل کرنے میں ناکام رہی ہیں۔

1959، 1970، 1972، 1979، 1992، 1998 اور 2009 میں کچھ پالیسیوں کا اعلان کیا گیا لیکن الفاظ بدل بدل کے اسی فارمولے کو لاگو کیا گیا اور ہر گزشتہ ناکامی کے لئے مختلف سیاسی حالات پر الزام ڈال دیا گیا۔ 2010-11 میں آرٹیکل 25A متعارف کرایا گیا، جس میں بیان کیا گیا تھا: "قانون کے مطابق ریاست 5-16 سال کی عمر کے تمام بچوں کو مفت بنیادی اور لازمی تعلیم فراہم کرے گی"، لیکن یہ آرٹیکل اب تک صرف ایک خواب ہی ہے۔

اسلام میں نہ صرف تعلیم ایک بنیادی حق ہے جسے حکومت کو اپنے تمام شہریوں، چاہے وہ مرد ہوں یا عورت، مسلم ہوں یا غیر مسلم کو فراہم کرنا لازم ہے، بلکہ علم کا حاصل کرنا ہر مومن مرد اور عورت پر فرض ہے، جیسے کہ انس بن مالک سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ» "علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔"

ستم ظریفی یہ ہے کہ پاکستان میں 2015-16 کے بجٹ میں تعلیم کے لئے ترقیاتی اخراجات 969،039 ملین مختص کیے گئے، جو کہ جی ڈی پی کا صرف 2.3 فیصد ہے جبکہ جنگ سے تباہ حال افغانستان نے 4 فیصد مختص کیے، بھارت نے 7 فیصد

مختص کیے تھے اور روانڈا نے اپنے جی ڈی پی کا 9 فیصد تعلیم پر خرچ کیا ہے۔

ملک میں ایک سے زیادہ تعلیمی نظاموں کی موجودگی اس بات کی ایک اہم نشانی ہے کہ حکومت اپنے تمام شہریوں کو اچھے معیار اور ایک ہی قسم و نوعیت کی تعلیم فراہم کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتی ہے۔مزید برآں، سرکاری، نجی اور اسلامی تین قسم کے اسکول تین مختلف سمتوں میں کام کر رہے ہیں اور تین مختلف ذہنیتوں کو فروغ دے رہے ہیں، جس کی وجہ سے تین مختلف طرح کی سوچ کے لوگ پروان چڑھ رہے ہیں۔سرکاری اسکولوں کی سہولتوں کی انتہائی کمی، نصاب کی فرسودگی اور بدحال انتظامی امور کی اپنی خوفناک کہانیاں ہیں۔

2011 کی یو ایس ایڈ کی طرف سے تعلیم پر تیار کردہ ایک رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ پاکستان کے پبلک اسکولوں میں سے 37 فی صد میں کوئی باتھ روم نہیں ہیں، 85 فیصد میں بجلی نہیں ہے اور دیہی علاقوں میں تقریباً 50 فیصد اسکولوں میں پینے کا صاف پانی موجود نہیں ہے۔ یونیسکو کے فراہم کردہ اعداد و شمار کے مطابق اسکولوں میں گنجائش سے بہت زیادہ پُر ہجوم کلاس رومز میں پاکستان جنوبی ایشیا میں پہلے نمبر پر ہے، جس کا تناسب ہر تین اساتذہ کے لئے پانچ سو طالب علم ہے۔یہ اعداد و شمار واضح کرتے ہیں کہ پاکستان میں تعلیم کے شعبے کو بہت بُری طرح نظر انداز کیا گیا ہے،اور اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حکمران تعلیم کے لیے اپنی ذمہ داریوں کے حوالے سے کوئی دلچسپی رکھتے ہی نہیں ہے کیونکہ وہ اپنی جانوں کو اللہ کے دشمنوں کو فروخت کرنے میں اندھے ہوچکے ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:«مَا مِنْ وَالٍ يَلِي رَعِيَّةً مِنْ الْمُسْلِمِينَ فَيَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لَهُمْ إِلَّا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ» "ایسا کوئی حکمران نہیں ہے کہ جو مسلمانوں کے امور کی ذمہ داری لیتا ہے اور انہیں دھوکہ دیتے ہوئے مرجائے، سوائے اس کے کہ اللہ نے جنت اس پر حرام کردی ہے"[٢١](بخاری)۔

حکمران تعلیم کے لیے اپنی ذمہ داریوں کے حوالے سے کوئی دلچسپی رکھتے ہی نہیں ہے کیونکہ وہ اپنی جانوں کو اللہ کے دشمنوں کو فروخت کرنے میں اندھے ہوچکے ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ایسا کوئی حکمران نہیں ہے کہ جو مسلمانوں کے امور کی ذمہ داری لیتا ہے اور انہیں دھوکہ دیتے ہوئے مرجائے، سوائے اس کے کہ اللہ نے جنت اس پر حرام کردی ہے"[٢١](بخاری)۔

مزید برآں، حکام پوشیدہ طریقوں سے پیسہ کمانے کے لئے تعلیم کے شعبے کو استعمال کرتے ہیں، جیسے کہ گھوسٹ اسکول(یعنی وہ اسکول جن کا کوئی وجود ہی نہیں ہے)، جن کی شکایات زیادہ تر سندھ اور بلوچستان کے علاقوں سے ہیں۔ بلوچستان کے وزیر تعلیم عبدالرحیم زیارت وال نے اسمبلی کے ایک اجلاس میں چونکا دینے والے انکشافات کرتے ہوئے بتایا کہ، تقریباً 900 گھوسٹ اسکولوں کے تین لاکھ طلبہ کے جعلی اندراج کا پتہ چلا ہے اور 60 ہزار میں سے 15 ہزار اساتذہ کے ریکارڈ نامعلوم ہیں۔ان 'نامعلوم' اساتذہ کی تنخواہیں ٹیکس دہندگان کے پیسوں سے ادا کی جارہی ہیں اور یہ اساتذہ عام طور پر مقامی سیاستدانوں کے جاننے والے یا خیر خواہ ہیں، جبکہ ان سکولوں میں داخل ہونے والے کچھ طالب علم اِن چودھریوں اور وڈیروں کے کھیتوں میں مزدوروں کے طور پر کام کر رہے ہیں۔اس طرح کی دھوکہ دہی سے ایک بڑی رقم بنائی گئی ہے۔

دوسری طرف مدرسے، جو تعلیم کا ایک دوسرا ذریعہ ہے، 9/11 کے بعد سے حکومت کے غضب کا شکار ہیں۔جنوری 2015 میں شروع ہونے والے نیشنل ایکشن پلان (این اے پی) کے 18 میں سے 10 نقات مدرسوں کو رجسٹر اور ریگولیٹ کرنے اور نام نہاد فرقہ وارانہ دہشت گردی کو ختم کرنے کے حل کے حوالے سے ہیں۔البتہ جو واحد کام حکومت نے مدرسوں کے حوالے سے کیا ہے وہ اپنے آقا امریکہ کے مفاد کے لیے ان مدرسوں کے نصاب کو سیکولر بنانے کی کوشش ہے۔اس کے برعکس، مدرسے جو پاکستان میں بہت سے لوگوں کے لئے ایک قسم کی مفت تعلیم کا واحد ذریعہ ہے،ان کے تعلیمی معیار کی بہتری کے لئے حکومت کو کسی قسم کی کوئی دلچسپی نہیں ہے۔

ایک اور معاملہ جو کہ تعلیم پر اثر انداز ہوتا ہے وہ امتحانات کا نظام ہے۔طالب علموں کی صلاحیتوں کا فیصلہ کرنے لئے امتحانی پرچوں میں تنقیدی سوچ اور حساب کتاب کی قابلیت کو جانچنے کے طریقوں کے بجائے، فرسودہ رٹے بازی کے طریقے

پر انحصار شدہ سوالات بنائے جاتے ہیں۔یہ طریقہ میٹرک سسٹم میں استعمال کیا جاتا ہے، اور اس کا انتخاب کرنے کا واحد سبب یہ ہے کہ یہ لوگوں کے لئے سستا ہے۔مزید برآں، تنقیدی سوچ،جو کبھی اسلامی تمدن کا معیار ہوا کرتی تھی اورامت کے شاندار دماغوں کے پروان چڑھنے کا ذریعہ تھی،اب مفقود ہے،کیونکہ یہ سوچ یا تو کسی ناپید تعلیمی نظام کی قربان گاہ پر قربانی کردی گئی ہے،یا یہ اس ملک سے ذہین لوگوں کے انخلاء کی شکل میں ہم سے چھین لی گئی ہے۔مغربی یونیورسٹیاں حقیقت میں گھات لگائے نجی اسکولوں کے تعاون سے پاکستان کے شاندار دماغوں کو تلاش کرتی ہے تاکہ انہیں پاکستان یا باقی مسلم دنیا کی آبادی کے فائدے کے بجائے مغربی ریاستوں کے فائدے کے لیے استعمال کیا جاسکے۔

نجی شعبے کے اسکول حکومت کے بنائے ہوئے نصاب کے مطابق تو چلتے ہیں مگر ان کا طریقہ تعلیم بالکل مختلف ہے۔مثال کے طور پر اشرافیہ کے بچوں کے لیے کام کرنے والے ایلیٹ نجی اسکول اپنے طالب علموں کو غیر ملکی امتحانات کے لئے تیار کرتے ہیں،جبکہ عام نجی اسکول اپنے طالب علموں کو مقامی امتحانی بورڈ کے امتحانات کے لئے تیار کرتے ہیں۔ایلیٹ اسکول اپنی سہولیات فراہم کرنے کے لئے بہت زیادہ فیس لیتے ہیں،اور اگر والدین یہ خرچہ برداشت کرسکتے ہیں تو وہ اپنے بچوں کو معیاری تعلیم دینے کی خواہش میں اس ذریعہ تعلیم کا انتخاب کرتے ہیں۔لیکن مزے کی بات یہ ہے کہ ان ایلیٹ اسکولوں میں اتنے پیسے خرچ کرنے کے باوجود بھی، زیادہ تر والدین کو شام کو ٹیوٹر رکھنے یا اپنے بچوں کو اکیڈمیوں میں بھیجنے کی ضرورت پڑتی ہے جو ان والدین کا اپنے بچوں کی تعلیم پر پیسے اور وقت کے خرچ میں غیر ضروری اضافے کا سبب بنتا ہے۔پاکستان میں ایک آدمی کی اوسط سالانہ آمدنی 1513ڈالر ہے، جبکہ ایک اعلیٰ درجے کے نجی ایلیٹ سکول کی مڈل تک کی تعلیم کی اوسط سالانہ فیس 2800ڈالر ہے اور بعد میں ہائی سکول تک پہنچتے پہنچتے یہ اوسط سالانہ فیس بھی 5200 ڈالر تک پہنچ جاتی ہے۔اس کے ساتھ ساتھ،اے اور او لیول کے امتحانات کی امتحانی فیس الگ لی جاتی ہے جو ان اسکولوں کی ماہانہ تعلیمی فیس کے

> تنقیدی سوچ،جو کبھی اسلامی تمدن کا معیار ہوا کرتی تھی اورامت کے شاندار دماغوں کے پروان چڑھنے کا ذریعہ تھی،اب مفقود ہے،کیونکہ یہ سوچ یا تو کسی ناپید تعلیمی نظام کی قربان گاہ پر قربانی کردی گئی ہے،یا یہ اس ملک سے ذہین لوگوں کے انخلاء کی شکل میں ہم سے چھین لی گئی ہے۔

اخراجات کے علاوہ ہے۔نجی ایلیٹ سکولوں کی یہ تعلیم ان بچوں کو دنیاوی لحاظ سے تو کچھ فائدہ حاصل کرنے کے قابل بناتی ہے، لیکن آخرت کی ہمیشہ کی زندگی کے لحاظ سے ناکام ہے کیونکہ یہ ادارے اسلام کی صحیح تعلیمات سیکھانے سے محروم ہیں۔

درحقیقت نوآبادیاتی طاقت، کہ جس نے ہم پر حکمرانی کی ہے،نے ہمارا تعلیم نظام اس طرح ڈیزائن کیا ہے کہ جو ہماری ذہنیت کو تبدیل کردے اور ہمارے دماغوں کو سیکولر بنادے،یہ گلاسڑا نظام ہمارے تعلیمی شعبے کے تمام مسائل کا بنیادی سبب ہے۔

کسی بھی قوم کے لیے تعلیم کا ایک اہم مقصد دنیا میں ہونے والی نئی سے نئی ایجادات اور ترقی سے ہم آہنگ رہنا،اوردنیا میں دوسری اقوام سے آگے نکلنا اور ممتاز مقام حاصل کرنا ہوتا ہے۔اسلام سائنس کے مطالعے، نئی پیش رفتوں اور ایجادات سے متعلق علم میں مہارت اور ترقی کی حوصلہ افزائی کرتا ہے، لیکن ساتھ ہی ضروری اقدامات کرتا ہے کہ یہ سب اسلامی عقیدہ سے پوری طرح جوڑے رہیں۔اسلام میں تعلیم کا مقصد اسلامی شخصیت کی تعمیر اور ساتھ ہی زندگی کے معاملات سے متعلق لوگوں کو علم فراہم کرنا ہے۔اس مقصد کے حصول کے لیے تدریس کے طریقے وضع کیے جاتے ہیں؛کوئی بھی طریقہ جو اس مقصد کے حصول کے خلاف ہو رد کردیا جاتا ہے۔اسلامی تاریخ سائنسی، مذہبی، فلسفیانہ اور ثقافتی پیش رفت سے بھری پڑی ہے اور اس کی وجہ اسلامی حکمرانوں کی تعمیر و ترقی کے مقصد سے مخلص ہونا تھا۔یہ انتہائی افسوس کی بات ہے کہ گلوبل انوویشن انڈیکس کی 2015 کی رپورٹ کے مطابق پاکستان 141 ممالک میں سے 131 نمبر پر آیا تھا۔جو کہ ملک میں بنائی گئی اقتصادی تعمیر و ترقی سے متعلق ہماری ناکام پالیسیوں کی ایک مایوس کن تصویر ہے۔پاکستان کی اتنی خراب صورت حال کی وجہ سے قومی اسمبلی کی انکوائری کمیٹی کی طرف سے جواب طلبی پر وزارتِ سائنس و ٹیکنالوجی کی ایک رپورٹ میں مندرجہ ذیل وجوہات بیان کی گئیں:

1) سائنس و ٹیکنالوجی کے شعبے میں مجموعی داخلی پیداوار (جی ڈی پی) کی شرح فیصد کا کم ہونا۔

2) ہمارے تعلیمی اداروں میں سائنسی تعلیم کا ابتر معیار۔

عربی زبان کی تعلیم پر بھی کوئی اہمیت نہیں دی جاتی، نتیجے کے طور پر مسلم نوجوان قرآن کو سمجھنے سے دور ہوتے جارہے ہیں اور اس حقیقت کو نظر انداز کیا جارہا ہے کہ عربی صرف کوئی روایتی زبان نہیں ہے بلکہ یہ وہ زبان ہے کہ جو دنیا بھر کے تمام مسلمانوں کو متحد کرتی ہے۔اسلام کے سنہرے ادوار میں سائنسی علم عام طور پر اُن قرآنی آیات کے مطالعے سے شروع ہوا تھا جو مسلمانوں کو علم کے حصول کے فروغ اور دنیا کو مسخر کرنے کو کہتا ہے۔پاکستان میں آنے والے ہر حکمران نے ایسی پالیسیاں بنائیں کہ جس کی وجہ سے ہر آنے والی مسلمان نوجوان نسل سے حقیقی علم کی دولت اور عظمت چھنتی چلی گئی۔یہ نوجوان دیکھتے ہیں کہ ان کے والدین اپنی زندگیوں کا بہترین حصہ روزمرہ کے خرچوں کو بمشکل پورا کرنے اور انہیں بہتر تعلیم فراہم کرنے کی جدوجہد میں خرچ کر دیتے ہیں ،اور اس پر مذاق یہ ہے کہ تعلیم بھی ایسی کہ جو انہیں نہ صرف ایک اچھی ملازمت حاصل کرنے کے قابل نہیں بناتی ،بلکہ اس کے برعکس یہ تعلیم انہیں اکثر اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے محروم رہنے کی قیمت میں حاصل ہوتی ہے۔

یہاں ہمیں یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ان سب مسائل کا حل نبوت کے طریقے پر خلافت کے قیام پر مبنی اسلامی تعلیمی نظام ہی سے ممکن ہے ۔ حزب التحریر نے واضح اور جامع شکل میں اس اسلامی تعلیمی نظام کو اپنے آئینی مسودہ کے کتابچے ، "ریاستِ خلافت میں تعلیمی نصاب کی بنیادیں" اور اپنی کچھ دوسری ثقافتی کتب میں بھی شائع کیا ہے۔اسلامی تعلیمی نظام ہی آج کی اور آنے والی ہماری نوجوانوں نسل کے تمام مسائل کا حل فراہم کرتا ہے کیونکہ یہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے حکم پر مبنی شرعی احکامات سے اخذ شدہ ہے لہٰذا صرف یہی مسلم نوجوانوں کی ضروریات کو پورا کر سکتا ہے، جبکہ آج ان نوجوان کو جان بوجھ کر اندھیرے راستوں کی طرف دھکیلا جارہا ہے یعنی بے راہ روی کا وہ راستہ کہ جوان کی زندگیوں میں بے سکونی اور بے یقینی لارہا ہے اور ان کی آخرت کو بھی برباد کررہا ہے۔

صرف خلافت کا قیام ہی یقینی بنائے گا کہ یہ نظام ایماندارانہ طور پر نافذ ہو۔اور پھر صرف اُسی وقت ہم حقیقی علم کی طاقت کو دیکھ سکیں گے۔اس تعلیمی نظام میں مدبرانہ طریقوں پر علم فراہم کیا جائے گا، یہ ایسے ڈیزائن کیا گیا ہے کہ مسلم نوجوانوں کو قابل انسان بنائے جو دنیا بھر میں اسلام کی روشنی پھیلائیں گے اور جو دنیا میں علم کے تمام شعبوں میں سبقت لے جائیں گے اور اس ہی کے ذریعہ اپنے لئے جنت کا راستہ کھولیں گے جو ہر مسلمان کے لئے ایک حتمی مقصد ہے۔

جیسا کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَطْلُبُ فِيهِ عِلْمًا سَلَكَ اللَّهُ بِهِ طَرِيقًا مِنْ طُرُقِ الْجَنَّةِ»

"جو شخص علم کی تلاش میں کسی راستے پر سفر کرتا ہے تو، اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسے جنت کی طرف جانے والے راستوں میں سے ایک پر سفر کرنے کی توفیق عطا کر دیتا ہے"

اخلاق جہاں

مرکزی میڈیا آفس

حزب التحریر

ختم شد

بقیہ صفحہ 1 سے

بارے میں اپنا ایک منفرد نقطہ نظر ہے جو لوگوں پر بوجھ ڈالے بغیر ریاست کے لیے زیادہ سے زیادہ محاصل کو یقینی بناتا ہے۔ اسلام منفرد طریقے سے ملکیت کو تین اقسام: نجی، ریاستی اور عوامی،ملکیت میں تقسیم کرتا ہے۔ توانائی کے وسائل جیسا کہ تیل، گیس اور بجلی عوامی ملکیت میں آتے ہیں۔ عوامی ملکیت کی چیز کی نہ تو نجکاری کی جاسکتی ہے اور نہ ہی اسے ریاستی ملکیت میں لیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا ، اس شعبے سے حاصل سے ہونے والے زبردست وسائل کو لوگوں کے امور پر ریاست اپنی نگرانی میں خرچ کرتی ہے۔ کمپنی ساخت کے حوالے سے اسلام کے احکامات نجی کمپنیوں کی مالی استعداد کو محدود کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ معیشت کے ان شعبوں میں بالادستی اختیار نہیں کر سکتیں جہاں بہت زیادہ سرمائے کی ضرورت ہوتی ہے،اور اس طرح ریاستی کمپنیاں اس شعبے میں فعال کردار ادا کر کے خزانے کو زبردست وسائل فراہم کرتی ہیں۔اسلام نے اس بات کا حکم دیا ہے کہ کرنسی کی بنیاد سونا اور چاندی ہونا چاہیے جن کی اپنی ایک قدر ہوتی ہے، اس طرح یہ کرنسی بین الاقوامی تجارت اور مقامی اشیاء کی قیمتوں میں استحکام کا باعث بنتی ہے۔ اسلام کے مکمل نفاذ سے کم کوئی بھی چیز ہمیں معاشی بحران سے نہیں بچاسکتی۔

ختم شد

25 جولائی کا الیکشن: ملکی حالات جمہوریت کے خاتمے کا تقاضا کرتے ہیں

تحریر: افضل بن قمر، پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

25 جولائی 2018 کو عام انتخابات منعقد ہوئے۔ یہ انتخابات اس بات کی عملی مثال ہیں کہ جمہوریت کی اصل کیا ہے۔ امیدواروں سے یہ متوقع ہوتا ہے کہ وہ جھوٹ بولیں گے، جھوٹے وعدے اور ہر طرح کی دھوکہ دہی کریں گے اور یہ کہہ کر ووٹروں پر اثرانداز ہونے کی ہر ممکن کوشش کریں گے کہ وہ انہی کی برادری، خاندان یا مسلک سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ کہ دوسرے امیدوار باہر کے لوگ ہیں۔

انتخابات سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ کیسے یہ منتخب قانون ساز اپنے انتخاب کے لیے "پیسے" کا سہارا لیتے ہیں۔ تمام امیدوار الیکشن کے لیے طے کردہ زیادہ سے زیادہ اخراجات کی حدوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اس انداز سے خرچے کے گوشوارے جمع کراتے ہیں جو ہوتے تو خیالی ہیں مگر قانون کے مطابق ہوتے ہیں۔ یوں الیکشن جیتنے کے بعد اسمبلیوں میں پہنچ کر پیسے اکٹھے کرنا منتخب نمائندے کی ترجیح بن جاتا ہے اور اس کا یہ عمل صرف اس الیکشن کے اخراجات کو پورا کرنے کے لیے ہی نہیں ہوتا بلکہ مستقبل کی کسی بھی انتخابی مہمات کے لیے بھی ہوتا ہے۔

اس انتخابی مہم کا ایک مخصوص نقطہ کرپشن تھا۔ تاہم وہ پہلا امر جو ایک امیدوار کو کرپشن کرنے کی طرف دھکیلتا ہے وہ یہ ہے کہ اسے انتخابی مہم کے اخراجات اپنی جیب سے برداشت کرنے ہوتے ہیں۔ اگر وہ آئندہ بھی انتخابات لڑنے کا خواہاں ہو تو اسے اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ ان پیسوں کو کسی طرح وصول کرے جو اس نے حالیہ الیکشن مہم پر لگائے ہیں۔ اور جب وہ یہ دیکھتا ہے کہ یہ پیسہ اپنے پیچھے کوئی نشان چھوڑے بغیر جمع کیا جا سکتا ہے تو وہ اس میں سے کچھ اپنے ذاتی استعمال کے لیے خرچ کرنے کی لالچ کرتا ہے۔ ایک منتخب قانون ساز اپنے پیشے اور دیگر معاشی سرگرمیاں جاری رکھنے کی کوشش کرتا ہے لیکن یہ اکثر اس کے لیے مشکل ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں کچھ اضافی پیسے اس کے لیے مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

یہ انتخابات اس بات کی عملی مثال ہیں کہ جمہوریت کی اصل کیا ہے۔ امیدواروں سے یہ متوقع ہوتا ہے کہ وہ جھوٹ بولیں گے، جھوٹے وعدے اور ہر طرح کی دھوکہ دہی کریں گے اور یہ کہہ کر ووٹروں پر اثرانداز ہونے کی ہر ممکن کوشش کریں گے کہ وہ انہی کی برادری، خاندان یا مسلک سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ کہ دوسرے امیدوار باہر کے لوگ ہیں۔

یہاں پر بحیثیت منتخب قانون ساز اس کی طاقت اس کے لیے مددگار ثابت ہوتی ہے۔

پاکستانی آئین کے مطابق اسمبلیوں میں موجود قانون ساز قادر وخود مختار اور تمام قوانین، بشمول انتخابی قوانین، خصوصاً انتخابی مہم کے بجٹ سے متعلقہ قوانین کو طے کرنے کا حتمی اختیار رکھتے ہیں۔ الیکشن ان قوانین کے تحت منعقد ہوتے ہیں جن پر نگران حکومت ذمہ دار ہوتی ہے۔ لیکن ایسا کوئی قانون جو رکاوٹ بن سکتا ہو، مقننہ کی طاقت کے ذریعے اس انداز سے تبدیل کیا جا سکتا ہے کہ منتخب قانون ساز اسمبلی نشست سے محروم نہ ہوں۔

بے انتہا پیسہ حاصل کرنے کی ضرورت عوامی نمائندگان یعنی قانون سازوں کو اپنے ووٹ بیچنے پر ابھارتی ہے۔ چونکہ پارلیمانی نظام میں اکثر ووٹ رازداری کی بنیاد پر ہوتے ہیں، ووٹ خریدنے والے قانون ساز کے پاس فرداً فرداً جانے کی بجائے پارٹی کے لیڈر کے پاس جاتے ہیں، اگرچہ پارلیمانی نظام میں ان کو بھی لابی کیا [خریدا] جا سکتا ہے۔ یہ دلچسپ بات ہے کہ سیاسی جماعتیں کرپشن کے مسئلے پر بہت شور کرتی ہیں لیکن اسی وقت وہ اس نظام کی حمایتی بھی ہیں جس میں یہ کرپشن ممکن ہوتی ہے۔ مختصراً یہ کہ ان کے نزدیک نظام میں کچھ ردوبدل ہونا چاہیے لیکن اس کو بنیاد سے یکسر تبدیل نہیں کرنا چاہیے۔

ایک تبدیلی جو آئینِ پاکستان میں اس مضبوطی سے کی گئی ہے کہ کوئی اس پر اب سوال نہیں اٹھاتا، وہ آئین میں قراردادِ مقاصد کی شمولیت تھی۔ اس کا سہارا وہ لوگ لیتے ہیں جو آئین کو اسلام کے دائرے کے اندر سمجھتے ہیں۔ یہ قرارداد اللہ کی حاکمیت کے الفاظ کو برقرار رکھتے ہوئے اس کے معنی کو تبدیل کر دیتی ہے۔ 1949 میں قومی اسمبلی سے پاس کی گئی قراردادِ مقاصد نے برائے نام اللہ کی حاکمیت کا ذکر کرتے ہوئے روایتی جمہوری آئین کی راہ ہموار کی جبکہ یہ واضح تھا کہ تمام تر اختیار کا استعمال لوگوں کے منتخب نمائندے ہی کریں گے۔ گویا کہ پاکستان کے عوام اور وہ طبقہ جس نے استعمار کے بعد اختیار سنبھالا تھا، ایک دوسرے سے مطابقت نہیں رکھتے تھے۔ لوگوں نے تقسیم ہند کی

حمایت کی تھی اور آل انڈیا مسلم لیگ "پاکستان کا مطلب کیا، لا الہ الا اللہ" کے نعرے کی وجہ سے ہی لوگوں کو تقسیم ہند کی تحریک کے لیے اپنے پیچھے اکٹھا کر پائی تھی۔ گو کہ آل انڈیا مسلم لیگ کے نمایاں قائدین بمشکل مذہبی رجحان رکھتے تھے، لیکن جس تحریک کی وہ قیادت کر رہے تھے اس کی بنیاد مذہب تھی۔ تقسیم کے بعد عام عوام کو شبہات تھے کہ انھیں وہ اسلامی ریاست نہیں ملی کہ جس کی انھوں نے خواہش کی تھی، بلکہ اس کی جگہ انہیں ایک روایتی جمہوری ریاست ملی ہے۔

قراردادِ مقاصد کی شکل میں انہیں اس چیز کا ایک اور ٹیکہ لگایا گیا، کہ جس چیز نے انھیں تحریکِ آزادی کی حمایت پر آمادہ کیا تھا، یعنی اسلام کی خواہش۔ قراردادِ مقاصد کے مطابق حاکمیت اعلیٰ اللہ کے پاس ہے، لیکن اس کا عملی استعمال عوام کے منتخب نمائندوں کے ذریعے سے ہو گا۔ انہی نمائندوں کو چننے کے لیے 25 جولائی کو انتخابات منعقد ہوئے۔ ان انتخابات کے ذریعے "برطانوی راج" کے بعد آنے والوں کے لیے یہ یقین دہانی کرائی گئی ہے کہ حاکمیتِ اعلیٰ بتدریج جمہوری طریقے سے ہی استعمال ہو گی۔

حاکمیتِ اعلیٰ قانون بنانے کی طاقت ہے اور اللہ کی حاکمیت شریعت میں نظر آتی ہے۔ قراردادِ مقاصد نے اس سے فرار یہ کہہ کے کر دیا کہ قرآن و سنت کے خلاف کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا اور اس کے نتیجے میں اسلامی نظریاتی کونسل کا لائحہ اختیار کیا گیا، ایک سرکاری ادارہ جو قوانین کو قرآن و سنت سے مطابقت کے لیے پرکھتا ہے اور پارلیمنٹ کو رپورٹ بھیجتا ہے جو پھر اس رپورٹ کی روشنی میں ترامیم کرتی ہے۔ لیکن پارلیمنٹ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پر عمل کرنے کی پابند نہیں ہے۔ لہٰذا یہ دیکھا جا سکتا ہے کہ وہ قوانین جن کو غیر اسلامی قرار دیا جاتا ہے، نافذ ہی رہتے ہیں جب تک کہ پارلیمنٹ کچھ نہ کرے۔ لہٰذا حاکمیتِ اعلیٰ کی اصل مالک اور اصل قانون ساز پارلیمنٹ ہی ہے۔

ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ جمہوریت کہ جگہ فوجی اقتدار سے یہ حقیقت تبدیل نہیں ہو جاتی۔ پہلے مارشل لاء کے بعد بھی ایک آئین نافذ کیا گیا اور دوسرے مارشل لاء کے نتیجے میں بھی، کافی تبدیلیوں کے بعد، 1973 کا آئین نافذ کیا گیا۔

اس کے بعد بھی دو مارشل لاء آئے مگر دونوں نے 1973 کے آئین کو قائم رکھا، گو کہ مارشل لاء کے

قراردادِ مقاصد کے مطابق حاکمیت اعلیٰ اللہ کے پاس ہے، لیکن اس کا عملی استعمال عوام کے منتخب نمائندوں کے ذریعے سے ہو گا۔ انہی نمائندوں کو چننے کے لیے 25 جولائی کو انتخابات منعقد ہوئے۔ ان انتخابات کے ذریعے "برطانوی راج" کے بعد آنے والوں کے لیے یہ یقین دہانی کرائی گئی ہے کہ حاکمیتِ اعلیٰ بتدریج جمہوری طریقے سے ہی استعمال ہو گی۔

بعد منتخب پارلیمنٹ نے کچھ تبدیلیاں کیں۔ جبکہ ان کے لیے 1973 کا آئین قائم رکھنا بالکل ضروری نہیں تھا، جیسے کہ 1958 کے مارشل لاء نے 1956 کے آئین کو معطل کیا اور 1969 کے مارشل لاء نے 1962 کے آئین کو معطل کیا۔ یہ قابل غور بات ہے کہ مارشل کے قانون کے مطابق پارلیمنٹ کی قانون سازی کی طاقت چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر (یا 1999 میں چیف ایگزیکٹو) کے ہاتھ میں چلی گئی تھی۔ یہ افسوسناک امر ہے کہ ایک ملک جو اسلام کے نام پر قائم ہوا، اس میں ایک ایسا آئین ہو جو اسے معاملات اسلام کے برخلاف چلانے کی اجازت دے۔ شاید اس کا ایک اشارہ بنیادی ڈھانچے کے تصور سے ملتا ہے جو ہندوستان کی سپریم کورٹ نے جاری کیا اور پاکستانی سپریم کورٹ نے اسے مسترد نہیں کیا۔ اس تصور کے مطابق آئین کا ایک بنیادی ڈھانچہ ہے جس کو پارلیمنٹ بھی تبدیل نہیں کر سکتی، نہ ہی آئینی تبدیلی کے ذریعے اس کو تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ یہاں تک کہ آئین کی تشریح کرتے وقت سپریم کورٹ اس بنیادی ڈھانچے کے خلاف جانے والی آئینی ترامیم کو بھی ختم کر سکتی ہے۔ اس طرح ایک انداز سے آئین کا یہ بنیادی ڈھانچہ عوامی نمائندوں سے محفوظ رکھا گیا ہے۔ اس میں سے ایک نمایاں چیز نظام کا جمہوری طرز ہے، اس سوچ کے ساتھ کہ یہ تو نظام کے لیے لازمی ہے۔

واضح طور پر ہندوستان کو تقسیم اور پاکستان کو آزادی اس لیے نہیں دی گئی تھی کہ مسلمان اسلام کے مطابق زندگی گزاریں، بلکہ دنیا میں ایک اور جمہوریت لانے کے لیے تھی۔ حقیقی نجات اور حریت صرف خلافت علیٰ منہج نبوت سے ہی ممکن ہو گی اور اس خطے کے لوگ اسلام کے نظاموں کے مطابق زندگی گزارنے کی خواہش کو پورا کر سکیں گے۔ برصغیر کے مسلمانوں نے تحریک پاکستان میں حصہ اس لیے نہیں ڈالا تھا کہ کوئی جمہوری نظام آئے، جس سے محض نظام کے اوپر بیٹھے چہرے تبدیل ہو جائیں جبکہ وہ نظام بدستور ظلم اور استعماریت پر ہی مبنی ہو۔ اس وقت کا ہدف ایک اسلامی نظام کا قیام تھا تاکہ اس وقت کے سرمایہ دارانہ نظام سے اس کو تبدیل کیا جائے۔ وہ مقصد آج بھی موجود ہے کیونکہ سرمایہ دارانہ نظام آج بھی رائج ہے، جیسے باقی مسلم دنیا میں، اور لوگ ایک ایسا نظام چاہتے ہیں جو ان کو ایک عزت دار، خوشحال اور پر امن زندگی

دے، جس میں کوئی ظلم نہ ہو، اور یہ صرف اللہ کے دیے قوانین کے نفاذ سے ممکن ہے۔اس کی بجائے لوگوں کو جو پیش کیا جاتا ہے، وہ یہ ہے کہ وہ مختلف جماعتوں میں سے کسی کا انتخاب کریں جو اس نظام میں ہی پیوند لگانے کی آفر کرتی ہیں۔ یہ شاید اس لائحہ عمل ہی کی فطری ناکامی ہے کہ مشاہدہ کرنے والے اس بات کو محسوس کرتے ہیں کہ ووٹروں میں جوش کی کمی ہے۔ یہ جوش تب ہی بڑھے گا جب انھیں اس نظام میں صرف کچھ ردوبدل کی بجائے اس نظام کی مکمل تبدیلی کا موقع فراہم کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس امریکی راج کو مزید ایک اور سال گزرنے نہ پائے اور اس سے پہلے ہی اس زمین کو امت کی ڈھال نصیب ہو، ایک خلیفۂ راشد جو اسلام کے ذریعے حکمرانی کرے اور ہمیں دشمن کے خلاف ایک کر دے۔ آئیں ہم مل کر اس زمین پر جمہوریت کے ظلم اور بربریت کو ختم کرنے کی کوشش کریں، تاکہ ہم نبی ﷺ کی بشارت حاصل کر سکیں، جب آپ ﷺ نے فرمایا:

ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةٌ عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ ثُمَّ سَكَتَ

"پھر ظلم اور جبر کی حکومت ہو گی، اور وہ تب تک رہے گی جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر جب اللہ اس کو ختم کرنا چاہے گا، ختم کر دے گا۔ پھر نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت قائم ہو گی۔ پھر آپ ﷺ خاموش ہو گئے"۔ (مسند احمد)

ختم شد

بقیہ صفحہ 35 سے

وأخرجه مسلم كذلك بخاری نے اپنی صحیح میں کہا کہ یحییٰ نے کہا: میں نے عقبہ بن عبد الغافر سے سنا کہ ابو سعید خدریؓ نے کہا: "بلالؓ اعلیٰ نسل کی کھجوروں کے ساتھ آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا: کہاں سے (خریدی ہیں تم نے)؟ بلال نے کہا: ہمارے پاس ہلکے معیار کی کھجوریں تھیں اور میں نے دو صاع (ہلکی معیار کی) ایک صاع (اعلیٰ میعار) کے بدلے تجارت کر لی، آپ ﷺ کے کھانے کے لیے۔اس پر رسول اللہ ﷺ نے کہا: ہلاکت ہو! ہلاکت ہو! یہ دراصل سود ہے، لہٰذا مت کرو۔ جب تم (اعلیٰ معیار کی) کھجوریں خریدنا چاہو، تو (ہلکے معیار کی) الگ سودے میں بیچو اور پھر (اعلیٰ معیار کی) خریدو"۔(مسلم نے بھی ایسی ہی روایت بیان کی ہے)۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کمی کے ذکر کا فائدہ پکی کھجوروں کے بدلے خشک کھجوروں کی فروخت کی ممانعت کی علت کا بیان ہے، پکی کھجوریں خشک ہو کر ہلکی ہو جاتی ہیں۔ جہاں تک کمی یا "ارش" ادا کرنے کی ممانعت کی بات ہے، یہ اس لیے کہ جن چھ اصناف میں سود ہوتا ہے ان میں فرق کا لینا جائز نہیں۔

امید ہے کہ یہ جواب واضح ہو گا، واللہ اعلم۔

آپ کا بھائی،

عطاء بن خلیل ابو رشتہ

6 جمادی الاخر، 1439 ہجری،

22 فروری 2018 عیسوی

ختم شد

بقیہ صفحہ 42 سے

الف: امریکہ کو ایران کے جس کردار کی ضرورت تھی بالخصوص جو اس نے 2015 میں ادا کیا، تھا اس کردار کی اب ضرورت نہیں رہی جیسی 2015 میں تھی۔

ب: ایران کے خلاف امریکی دشمنی کو بڑھا چڑھا کر ظاہر کرنا، بالخصوص سعودی عرب اور اسی کی طرح کے دیگر حکومتوں کے سامنے تاکہ ان کا اول دشمن یہودی وجود کی بجائے ایران ہو جائے۔ ج: یورپ کو سزا دینا، بالخصوص تجارتی طور پر کیونکہ یورپ نے اس معاہدے کے قائم ہونے کے موقع سے فائدہ اٹھایا اور ایران کے ساتھ تجارت بحال کی اور امریکہ کے ساتھ تجارتی تعلقات میں سرد مہری دکھائی تھی۔ ماضی کے کفار و مشرکین کی طرح امریکہ و مغرب بھی کسی عہد کو پورا نہیں کرتے ہیں اور نہ کسی معاہدہ و عہد کا پاس رکھتے ہیں بلکہ ہر دفعہ اپنے معاہدے اور عہد کو توڑتے رہتے ہیں اور ان کو کسی کا ڈر نہیں۔ وہ اسلام کی اعلیٰ اقدار اور اس کے احکام سے کتنے دور ہیں جو انسان کو عہد اور معاہدوں کا پابند کرتا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ ﴾

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اپنے معاہدوں کو پورا کرو" (المائدہ: 1)

بلاشبہ انسانیت کو آج خلافتِ راشدہ کی سخت ضرورت ہے جو معاہدات کو پورا کرے اور عہد کی پاسداری کرے اور لوگوں کے درمیان انصاف، تحفظ اور امن وامان کو پھیلائے بالخصوص جب کفار نے پوری زمین میں فساد برپا کر رکھا ہے اور اب یہ فساد لوگوں پر ظلم کرتا ہے اور ہر جاندار و بے جان کو تباہ کئے جا رہا ہے۔

مسلمانو! اس خلافت کے قیام کے لئے اٹھ کھڑے ہو، اس کی عظمت وجلال اور فتوحات کے ذریعہ سرخرو ہو جاؤ، سچ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب آپ ﷺ نے تمام کمزوریوں، علالتوں اور تذلیل سے تحفظ حاصل کرنے کے لئے خلیفہ کو امت کے لیے ڈھال یعنی تحفظ قرار دیا۔«**إِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ وَيُتَّقَى بِهِ**» "خلیفہ تمہاری ڈھال ہے جس کے پیچھے رہ کر تم قتال کرتے ہو اور خود کو بچاتے ہو" (مسلم نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا)

27 شعبان 1439 ہجری

13/5/2018 CE

ختم شد

سی پیک۔ بڑی طاقتوں سے تعلقات رکھنے کی وجہ سے جڑے خطرات کے متعلق ایک سبق

خالد صلاح الدین، پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امریکہ سے دوطرفہ معاہدوں کے بعد، پاک چین اقتصادی راہداری (سی پیک) ایک بڑا دوطرفہ معاہدہ ہے۔ بے شک پاکستان کی سیاسی اور فوجی قیادت نے اس میں شمولیت پر کامیابی کا دعویٰ اس بنیاد پر کرنے کی کوشش کی کہ سی پیک پاکستان کی تاریخ میں ایک نئے دور کا آغاز ہے۔ توانائی اور انفراسٹرکچر سے متعلق فوائد کو بنیاد بناتے ہوئے اس کو ایک سنگِ میل کہا گیا۔ احسن اقبال نے 12 دسمبر 2017 کو کہا: "سی پیک ملک میں توانائی، اقتصادی اور انفراسٹرکچر کی ترقی کے لیے ایک سنگِ میل ثابت ہوگا"۔ احسن اقبال نے کہا کہ گوادر کو چین اور ملک کے دیگر علاقوں سے جوڑنے کے لیے پورے ملک میں سڑکوں اور ریلوے کا جال بچھایا جارہا ہے جو علاقائی آمدورفت میں ترقی اور اقتصادی فوائد پیدا کرے گا۔ آرمی چیف جنرل قمر جاوید باجوہ نے 12 جولائی 2017 کو کہا: "سی پیک ملک میں ایک اقتصادی انقلاب برپا کرے گا"۔ آرمی چیف نے کہا کہ یہ ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے اور فوج اس سی پیک منصوبے کی پوری حفاظت کرے گی۔ اس کے باوجود سال 2018 کے آغاز میں پاکستان کو ایک شدید مالیاتی بحران کا سامنا کرنا پڑا جب ملک کے زرِ مبادلہ کے ذخائر صرف دو ماہ کی درآمدات جتنے رہ گئے۔ علاوہ ازیں، FATF کی وجہ سے حالات مزید ناخوشگوار ہو گئے۔ لہٰذا یہ سوچنے کی بات ہے کہ وہ کون سا سنگِ میل ہے جس کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اسٹریٹیجک لحاظ سے بڑی عالمی طاقتوں چین اور امریکہ کو سی پیک کا کیا فائدہ ہے؟

متعدد کالموں میں سی پیک کو چین کے لیے آبنائے ملاکا (Strait of Malacca) کے مسئلے کے حل کے لیے اسٹریٹیجک فائدے کے طور پر دیکھا گیا ہے۔ چینی توانائی کا 80 فیصد آبنائے ملاکا سے گزرتا ہے اور امریکہ سے تنازعہ کے نتیجے میں چین کو امریکہ کی ناکہ بندی کا کافی نقصان اٹھانا پڑ سکتا ہے۔

> آرمی چیف جنرل قمر جاوید باجوہ نے 12 جولائی 2017 کو کہا: "سی پیک ملک میں ایک اقتصادی انقلاب برپا کرے گا"۔ آرمی چیف نے کہا کہ یہ ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے اور فوج اس سی پیک منصوبے کی پوری حفاظت کرے گی۔ اس کے باوجود سال 2018 کے آغاز میں پاکستان کو ایک شدید مالیاتی بحران کا سامنا کرنا پڑا جب ملک کے زرِ مبادلہ کے ذخائر صرف دو ماہ کی درآمدات جتنے رہ گئے۔

لیکن اگر ہم سی پیک کی صلاحیت کی بات کریں تو اس میں امریکہ کی آبنائے ملاکا کی ناکہ بندی کے نتیجے میں متبادل گزرگاہ بننے کی صلاحیت موجود نہیں ہے۔ توانائی کے بھوکے چین کی 2017 میں تیل کی درآمدات 8.4 ملین بیرل یومیہ تھی۔ سب سے بڑے تیل کے ٹینکر میں تقریباً 500,000 بیرل تیل آتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خام تیل کے 16 ٹینکر (بحری جہاز) روزانہ گوادر کی بندرگاہ پر لنگرانداز ہوں اور پھر ان سے سڑک پر چلنے والے 18 ویل ٹینکر ہزاروں کی تعداد میں صبح شام شاہراہ قراقرم سے گزرتے ہوئے چین کے باڈر تک پہنچیں۔ یہ تعداد اس (سی پیک) کو عملی متبادل کے طور پر رد کر دیتی ہے۔ چین اپنے بحری بیڑے کے لیے سمندر میں گوادر پر ایک بندرگاہ کے لیے ترس رہا ہے۔ یہ اسے بحرِ ہند میں موجود رہنے اور بحرِ ہند اور جنوبی چینی سمندر میں امریکی بحری بیڑوں کی موجودگی کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت دے گا۔ دفاعی حلقوں میں یہ بات عام ہے کہ چین اس کے لیے ترس رہا ہے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ سی پیک ترقیاتی کاموں کے ذریعے سیکیورٹی اہداف حاصل کرے گا، تو اس کے لیے چین کے سیکیورٹی خدشات کو سمجھنا ضروری ہے، خصوصاً وہ جو اس کے مغربی علاقے سنکیانگ سے جنم لیتے ہیں۔ "ایک چین" کے اصول One China principle کی وجہ سے بیجنگ سنکیانگ کی ایغور عوام کو دباتا ہے اور اس سیاسی تشدد کے ساتھ ساتھ اس نے وہاں اپنے سیکیورٹی اداروں کی تعداد کو بڑھایا ہے اور اسی سلسلے میں اس نے اقتصادی ترقیاتی منصوبے شروع کیے ہیں۔ اس سے پاکستان کا تعلق یہ ہے کہ ایغور عسکری جماعتوں جیسے مشرقی ترکمانستان اسلامی تحریک (ETIM) نے پاک افغان سرحد پر پناہ لی اور القاعدہ اور پاکستانی و افغانی طالبان سے روابط قائم کیے۔ لہٰذا سی پیک کے نتیجے میں چین پاکستانی حکومت پر اثرانداز ہو سکے گا کہ وہ ان عسکریت پسندوں کا صفایا کرے۔

اس حوالے سے امریکی موقف دلچسپ ہے۔ واشنگٹن نے کھلم کھلا سی پیک کے خلاف بیانات نہیں دیے۔ سی پیک کے خلاف ایک صریح بیان 7

اکتوبر 2017 کو اس وقت سامنے آیا جب سیکرٹری دفاع میٹس نے کہا کہ امریکہ One belt one road پالیسی کے خلاف ہے، لیکن 21 اکتوبر 2017 کو اس کی سرکاری تردید اس بیان سے کی گئی جو امریکی دفتر خارجہ کے ترجمان نے دیا: "ہم سمجھتے ہیں کہ پاک- چین اقتصادی راہداری (سی پیک) -اور خصوصاً اس کی توجہ نقل و حمل کے انفراسٹرکچر اور توانائی کی ترقی پر مرکوز ہونے میں- پاکستان اور علاقے میں استحکام اور خوشحالی لانے کی صلاحیت موجود ہے"۔ لہٰذا خطے میں امریکہ اور چین کی دشمنی کے حوالے سے دیکھا جائے تو سی پیک پر دونوں ہم آہنگ ہیں۔ بیان کا حصہ "پاکستان اور علاقے میں استحکام اور خوشحالی" چین کے مندرجہ بالا سیکیورٹی تحفظات سے ہم آہنگ ہے۔ امریکہ کے لحاظ سے، اس سے بنیادی طور پر ہندوستان کو اور ہندوستان اور پاکستان کے درمیان تعلقات کی بہتری کو فائدہ پہنچے گا۔ لہٰذا ہو سکتا ہے کہ مودی ظاہری طور پر سی پیک کو تنقید کا نشانہ بنائے، لیکن بھارت کو کافی امید ہے کہ چین پاکستان پر دباؤ ڈال کر ہندوستان میں سرحد پار دہشت گردی کے مسئلے کو ختم کر سکے گا۔ تو گویا امریکہ بھی تقریباً اس سی پیک منصوبے میں ایک خاموش شریک کے طور پر موجود ہے۔

جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے، جو کہ اس میں ایک چھوٹا شریک ہے، تو اس کے لیے حالات مختلف ہیں۔ پاکستانی قیادت سی پیک کے جواز کے طور پر اقتصادی خوشحالی اور کثیر تعداد میں چین کی طرف سے براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری کو پیش کرتی ہے۔ غیر ملکی سرمایہ کاری کی بنیادی لاجِک یہ ہے کہ اس سے معیشت پروان چڑھتی ہے۔

پاکستان کی معیشت اس وقت سے مشکلات کا شکار ہے جب سے مشرف امریکہ کے ساتھ گٹھ جوڑ کو غیر معمولی درجے تک لے گیا۔ پاکستان کے زر مبادلہ کے ذخائر عموماً کم ہی رہے ہیں کیونکہ پاکستان کی ہر حکومت صنعتی میدان میں خاطر خواہ ترقی نہیں لا سکی۔ امریکہ کی طرف سے دہشت گردی کے خلاف جنگ کے سلسلے میں ادا کی گئی رقموں اور بیرونِ ملک مقیم پاکستانیوں کے ترسیلاتِ زر کی بدولت پاکستان کے زر مبادلہ کو کچھ سہارا ملتا رہا، لیکن مشرف کے بعد جب امریکی ادائیگی مزید مشروط ہونے لگی تو پاکستانی حکمران آئی ایم ایف کے مزید مقروض ہوتے گئے۔

> **پاکستانی قیادت سی پیک کو برآمدات کی بڑھوتری کا ذریعہ گردان رہی ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ سوائے انجینئرز، ڈاکٹرز اور سافٹ ویر کے ماہرین کے، ہم نے کیا برآمد کیا ہے؟ پچھلے 17 سال میں خطیر منافع والی صنعتوں جیسے بھاری صنعت اور الیکٹرانکس میں کوئی اضافہ نہیں ہوا، تو اس بات کی کیا امید ہے کہ معیشت میں بڑھوتری ہو پائے گی؟**

2017 کے وسط سے روپے کی قدر میں بتدریج کمی کی گئی تاکہ درآمدات کو مہنگا اور برآمدات کو سستا کیا جائے۔ اس کا مقصد زر مبادلہ کو بڑھانا تھا جس میں بہت زیادہ کمی واقع ہو گئی تھی۔ اس کی دلیل یہ دی گئی کہ اگر ہمارے پاس ڈالر نہیں ہوں گے تو درآمدات کی ادائیگی نہیں ہو سکتی جس سے ہم مشکلات میں گھر جائیں گے۔ درآمدات اور قرضوں کی ادائیگی کے لیے آئی ایم ایف سے قرضہ لینا ضروری ہے۔ اور ظاہری سی بات ہے کہ یہ قرضہ سود کے ساتھ ادا کرنا ہوتا ہے جو معیشت کو اور مفلوج کرتا ہے۔ لہٰذا معیشت کو اتنا بڑھانا ہے کہ نہ صرف مستقبل کی درآمدات بلکہ سودی قرضوں کی ادائیگی بھی ہو سکے۔ 11 فروری 2017 کو ڈان اخبار میں شائع ہونے والے ایک کالم "Financing burden of CPEC" میں ڈاکٹر عشرت حسین نے سی پیک کے بارے مثبت تاثر قائم کرتے ہوئے کہا: "برآمدات کو، ڈالروں میں، سالانہ 14 فیصد کے لحاظ سے بڑھنا ہو گا" تاکہ زر مبادلہ کے ملک سے باہر چلے جانے کا سدِ باب کیا جا سکے۔ مزید کہا: "یہ ناممکن نہیں کیونکہ پاکستان نے اس سے پہلے بھی یہ پیداواری ہدف حاصل کیا ہے"۔ معیشت کی بڑھوتری کا مطلب یہ ہے کہ ایک دور کے مقابلے میں دوسرے دور کے دوران معیشت کی اشیاء و خدمات پیدا کرنے کی صلاحیت میں اضافہ ہو۔

تو ہماری برآمد کردہ اشیاء و خدمات ڈالر کے لحاظ سے کم از کم 14 فیصد بڑھنی چاہیئے۔ اس کا پہلے تو مطلب یہ ہے کہ برآمد کے لیے ہماری مصنوعات کو قیمت کے لحاظ سے دوسروں سے بہتر ہونا پڑے گا۔ دوسرا یہ کہ سوائے انجینئرز، ڈاکٹرز اور سافٹ ویر کے ماہرین کے، ہم نے کیا برآمد کیا ہے؟ پچھلے 17 سال میں خطیر منافع والی صنعتوں جیسے بھاری صنعت اور الیکٹرانکس میں کوئی اضافہ نہیں ہوا، تو اس بات کی کیا امید ہے کہ معیشت میں اس قدر بڑھوتری ہو پائے گی کہ یہ بڑھتی ہوئی درآمدات اور سودی ادائیگیوں کو پورا کر سکے۔ علاوہ ازیں چینی توانائی کی کمپنیوں سے 17 سے 20 فیصد منافع کا وعدہ کیا گیا ہے اور یہ چین سے لیے گیے قرضوں پر بھاری شرح پر سود کی ادائیگی کے علاوہ ہے۔ یہ وعدہ شدہ منافع ہے جو توانائی کی قیمت کو زیادہ رکھے گا اور اس طرح نتیجتاً اشیاء و خدمات کی قیمت کو

زیادہ رکھے گا۔ پھر عالمی منڈی میں ہماری برآمدات دوسرے ممالک سے کیسے مقابلہ کر سکتی ہیں؟

علاوہ ازیں، سی پیک کا صرف 25 فیصد کام ہی پاکستان کی کمپنیوں کو دیا گیا ہے، باقی کام چینی کمپنیوں کو ہی دیا گیا ہے۔ پاکستانی کمپنیوں کو چینی کمپنیوں کے ریٹ کا 40 فیصد دیا جا رہا ہے۔ چینی کمپنیاں چین سے ہی سیمنٹ، لوہا، ٹرک اور مزدور لا رہی ہیں۔ لہٰذا ہماری اپنی لوہے، سیمنٹ اور لیبر مارکیٹ میں بڑھنے کا امکان کہاں ہے؟ لہٰذا سی پیک سے اصل ترقی چین اور چینی کمپنیوں کی ہے۔ پاکستان کی معیشت کی بدولت چین سے آنے والا پیسہ واپس چینیوں ہی کے پاس 20 فیصد اضافے کے ساتھ چلا جائے گا۔ تو اس سب میں پاکستان کا فائدہ کہاں ہے؟

جہاں تک جمع ہونے والے قرضے کا تعلق ہے، قرضوں کی ادائیگی پہلے ہی بہت زیادہ ہے اور معیشت مزید قرضوں کی ادائیگی برداشت نہیں کر سکتی۔ سی پیک منصوبے کی طرف تیزی دکھانے نے زیادہ ادائیگیوں کے لیے زیادہ قرض لینے کی ضرورت کو جنم دیا ہے۔ آئی ایم ایف ڈالر میں قرض دیتا ہے۔ زیادہ قرضوں کی وجہ سے زیادہ ٹریژری بانڈ جاری کیے گئے اور ڈالر کے مقابلے میں روپے کی قدر میں مزید کمی ہوئی، جس سے مزید مہنگائی بڑھی جو اپنے ساتھ پاکستانی معیشت پر اپنے تمام تر منفی اثرات لائی۔

امریکہ کے ساتھ گٹھ جوڑ کی وجہ سے پاکستا ن پر امریکی کنٹرول خطرناک حد تک بڑھ چکا ہے، اور اب اس کے ساتھ ایک چینی راج بھی بن رہا ہے۔ جب سری لنکا کی ہمبنٹوٹا بندرگاہ Hambantota port پر چینی قرضوں کی مدد سے توسیع ہوئی، اور بعد میں جب سری لنکا قرضے ادا نہ کر پایا، بیجنگ نے ان قرضوں کو شراکت داری میں تبدیل کر کے سری لنکا کو ایک "کالونی جیسا" بنا لیا۔

بڑی طاقتوں کے ساتھ گٹھ جوڑ میں چھوٹے حصہ دار کے طور پر پاکستان نے یقیناً بہت کم حاصل کیا ہے۔ امریکہ اور چین کی پالیسی کے دھارے جس نکتے پر آپس میں ملتے ہیں وہ یہ ہے کہ کس طرح وہ سی پیک سے اپنے مفادات پورے کر سکتے ہیں، چاہے پاکستان کو اس کی کوئی بھی قیمت چکانی پڑے۔

پاکستان کبھی بھی وہ عزت و مرتبہ حاصل نہیں کر سکتا، جس کا وہ حقدار ہے، جب تک کہ وہ تمام دشمن ممالک سے گٹھ جوڑ ختم نہیں کر دیتا، چاہے وہ امریکہ ہو یا روس یا پھر چین۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، (لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ) "مومنین کفار کو مومنین کے مقابلے میں اپنا دوست اور حلیف نہ بنائیں" (آل عمران: 28)۔

امریکہ اور چین دونوں ہی "اسلامی انتہا پسندی" کو روکنے کے درپے ہیں، جو در اصل اسلام اور خلافت کے حق میں اٹھنے والی لہر ہے۔ چینی پاکستان کے کرپٹ لیڈروں کے کے ذریعے اپنا فائدے نکالنے کا موقع بنا رہے ہیں، جنہوں نے اپنے مفاد کی خاطر پاکستان کے حق میں اس قدر نقصان دہ منصوبے پر لبیک کہا۔ سی پیک ایک "گیم چینجر" سے زیادہ "گیم اوور" ہے۔ بڑی طاقتوں کے ساتھ گٹھ جوڑ در اصل چھوٹی ریاستوں کا استحصال کرنے کے لیے ہوتا ہے، تاکہ بڑی طاقتیں دنیا کی بساط پر اپنے اثر و رسوخ کو بڑھا سکیں۔

تمام معاہدات، دوطرفہ بات چیت اور معاملات اسی بنیاد پر ہوتے ہیں اور یہ ہر اس ملک کے معاملے میں دیکھا جا سکتا ہے جو اس شکنجے میں پھنستا ہے۔ جنوبی امریکہ سے لے کر افریقہ تک اور مشرق وسطیٰ سے لے کر جنوب مشرقی ایشیاء تک، ایک ملک بھی ایسا نہیں جو ان گٹھ جوڑوں کے نتیجے میں اتنا طاقتور ہو گیا ہو کہ وہ بڑی طاقتوں کا مقابلہ کر سکے۔ ایسا نہ تو ہوا ہے اور نہ ہی کبھی ہو گا کیونکہ گٹھ جوڑ کا مقصد کمزور ریاست کا فوجی اور معاشی استحصال کرنا ہوتا ہے جس سے اس کی حالت بد سے بدتر ہوتی جاتی ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَن يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا﴾ "اللہ نے کفار کو مومنین پر کوئی اختیار نہیں دیا" (النساء 141)۔ پاکستان کبھی بھی وہ عزت و مرتبہ حاصل نہیں کر سکتا، جس کا وہ حقدار ہے، جب تک کہ وہ تمام دشمن ممالک سے گٹھ جوڑ ختم نہیں کر دیتا، چاہے وہ امریکہ ہو یا روس یا پھر چین۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، ﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ "مومنین کفار کو مومنین کے مقابلے میں اپنا دوست اور حلیف نہ بنائیں" (آل عمران: 28)۔ خوشحالی اور تحفظ صرف اللہ کے دین سے ہی ہے، لہٰذا اس غلامی اور شرمندگی کے نظام کو ختم کرنے کے لیے پاکستان کے اہلِ نُصرہ پر واجب ہے کہ جمہوریت کو ختم کر کے اس کی جگہ منہجِ نبوت پر خلافت کو قائم کریں، جو مسلمانوں کی عزت، خوشحالی اور تحفظ کی ضامن ہو گی۔

ختم شد

قرضے معاف کرکے جمہوریت کرپشن کو قانونی بنا دیتی ہے

تحریر: شہزاد شیخ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

25 جولائی 2018 کو پاکستان میں ہونے والے انتخابات میں کرپشن سب سے اہم انتخابی مسئلہ ہے۔ لیکن جمہوریت کے ذریعے کرپشن کو ختم کرنے کی کوشش کرنا ایسے ہی ہے جیسے کہ بیماری کا علاج اسی بیماری سے کیا جائے۔ اربوں روپوں کے قرضوں کی معافی اس بات کا ثبوت ہے کہ جمہوریت کرپشن کو پروان چڑھاتی ہے۔ 9 جون 2018 کو سپریم کورٹ آف پاکستان نے 222 کمپنیوں اور اداروں کو حکم دیا کہ وہ ایک ہفتے میں اُن اربوں روپوں کے قرضوں کی معافی کی وضاحت پیش کریں جو انہوں نے تجارتی بینکوں سے لیے تھے اور انہوں نے واپس نہیں کیے تھے۔ یہ احکامات تین رکنی بینچ نے جاری کیے جس کی سربراہی چیف جسٹس ثاقب نصار کر رہے تھے جنہوں نے پریس رپورٹس کی بنیاد پر 2008 میں شروع ہونے والی تحقیقات پر ازخود نوٹس لیا تھا کہ مرکزی بینک نے خاموشی سے تجارتی بینکوں کو 'نان پرفارمنگ' قرضوں کو صدر مشرف کی جانب سے پیش کی گئی ایک اسکیم کے تحت معاف کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ اکتوبر 2002 کے انتخابات کے فوراً بعد اس وقت کے وزیر خزانہ شوکت عزیز اور اسٹیٹ بینک آف پاکستان میں ان کی مالیاتی ٹیم نے قرضے معاف کرنے کی ایک اسکیم متعارف کرائی تھی اور اس کے بعد گورنر اسٹیٹ بینک نے بی پی ڈی سرکولر 29 برائے 2002 جاری کیا جس میں ایسے قرضوں کے حوالے سے ہدایات دیں گئی تھیں جو واپس نہیں کیے جا رہے تھے۔ بجائے اس کے کہ ان قرضوں کی واپسی کے لیے بھرپور مہم چلائی جاتی، اسٹیٹ بینک آف پاکستان نے یہ اسکیم متعارف کرادی کہ جو کمپنیاں تین سال سے "نقصان" میں جا رہی ہیں تو بینک ان کے قرضے معاف کر سکتے ہیں۔

جمہوریت میں ایسے قوانین بنائے جاتے ہیں جو بڑی کارپوریٹ کمپنیوں کے لیے فائدے مند ہوں، جن میں سے ایک ان کے ذمہ قرضوں کی ادائیگی کی ذمہ داری سے دستبرداری بھی شامل ہے۔ جمہوریت میں بننے والے قوانین یہ قرار دیتے ہیں کہ اگر ایک کمپنی اپنی مالیاتی ذمہ داریاں ادا نہیں کر پاتی اور اس کے اثاثے ان ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لیے ناکافی ہیں تو اس کمپنی کے مالکوں سے یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ اپنی ذاتی دولت سے ان ادائیگیوں کو مکمل کریں۔

جمہوریت میں ایسے قوانین بنائے جاتے ہیں جو بڑی کارپوریٹ کمپنیوں کے لیے فائدے مند ہوں، جن میں سے ایک ان کے ذمہ قرضوں کی ادائیگی کی ذمہ داری سے دستبرداری بھی شامل ہے۔ جمہوریت میں بننے والے قوانین یہ قرار دیتے ہیں کہ اگر ایک کمپنی اپنی مالیاتی ذمہ داریاں ادا نہیں کر پاتی اور اس کے اثاثے ان ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لیے ناکافی ہیں تو اس کمپنی کے مالکوں سے یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ اپنی ذاتی دولت سے ان ادائیگیوں کو مکمل کریں۔ جمہوری قوانین کمپنی کو ان کے مالکان سے الگ ایک ہستی قرار دیتے ہیں کیونکہ کمپنی مالکان کی دولت پر قائم ہوتی ہے نہ کہ مالکان کی ذات پر قائم ہوتی ہے۔ تو اگر ایک کمپنی اپنی مالیاتی ذمہ داریاں ادا کرنے میں ناکام رہتی ہے تو مالیاتی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لیے اس کے مالکان کی ذاتی دولت کو ہاتھ پھر بھی نہیں لگایا جا سکتا جو اسی کمپنی کے ذریعے ہی حاصل کی گئی ہوتی ہے۔ اور اگر اس قانون کے ذریعے مالکان کے مفادات پورے نہ ہو رہے ہوں تو ان کے مالیاتی مفادات کو پورا کرنے کے لیے نئی قانون سازی کر دی جاتی ہے۔ اس معاملے میں بجائے اس کے کہ ان کمپنیوں کو بند کیا جاتا جو اپنے ذمہ قرضے ادا نہیں کر سکیں تھیں، الٹا ان کے قرضے ہی معاف کر دیے گئے اور انہیں کام کرنے کی اجازت دے دی گئی جیسے کچھ ہوا ہی نہیں ۔ اس طرح سے قرضوں کی ادائیگی سے دستبردار ہو جانا سرمایہ دارانہ اسٹاک شیئر کمپنی کا خاصہ ہے۔ اس طرح کے کمپنی ڈھانچے کی وجہ سے سرمایہ داروں کو یہ موقع ملتا ہے کہ وہ ان شعبوں میں بھی کام کر سکیں جہاں بہت زیادہ سرمایہ کاری درکار ہوتی ہے جیسا کہ بھاری صنعتیں، ٹرانسپورٹ، ٹیلی کمیونیکیشن وغیرہ۔ اس طرح ان کمپنیوں کے پاس اتنا سرمایہ جمع ہو جاتا ہے جو ایک فرد یا چند افراد مل کر جمع ہی نہیں کر سکتے اور اس طرح اس بات کے امکانات انتہائی کم ہوتے ہیں کہ چند افراد کی دولت اس کمپنی کے ذمہ مالیاتی ادائیگیوں کا بوجھ اٹھا سکیں۔ لہٰذا اس خرابی کو اس طرح صحیح کیا جاتا ہے کہ وہ یا تو ڈیفالٹ کر جاتے ہیں یا

پھر قرضے معاف کرواتے ہیں اور یہ دونوں معاملات سرمایہ دارانہ نظام میں ایک معمول ہیں۔

اس کے برخلاف اسلام میں یہ اعلان کرتا ہے کہ کمپنی مالکان کی ذات پر بنتی ہے اور اس طرح سرمایہ دارانہ اسٹاک شیئر کمپنی کا خاتمہ کرتا ہے جو صرف دولت کی بنیاد پر بنتی ہیں اور اس کا مالکان کی ذات سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اس طرح اسلام نے نجی کمپنیوں کو ان شعبے میں بالادست کردار ادا کرنے سے روک دیا جہاں بہت زیادہ سرمایہ کاری درکار ہوتی ہے، اور اس طرح اس شعبے میں ریاستی کمپنیوں کی بالادستی قائم ہو جاتی ہے اور ریاست لوگوں کے امور کی زیادہ بہتر طریقے سے دیکھ بھال کرنے کے قابل ہو جاتی ہے۔ لہٰذا آج کی بڑی بڑی سرمایہ دارانہ کمپنیوں کے مقابلے میں اسلام میں عموماً نجی کمپنیاں چھوٹی ہوں گی۔

اسلامی ریاست میں اگر ایک کمپنی کے اثاثے اس کی مالیاتی ذمہ داریوں کی ادائیگیوں کے لیے ناکافی ثابت ہوتے ہیں تو مالکان کی ذاتی دولت کو کمپنی کی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لیے استعمال کیا جائے گا کیونکہ درحقیقت کمپنی کی ذمہ داری اس کے مالکان کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اسلام قرضے کو انتہائی سنجیدگی سے دیکھتا ہے کہ اگر ایک شخص اس حالت میں انتقال کر جائے کہ اس کے ذمہ قرض ہو تو اس کی وراثت اس وقت تک اس کے وارثین میں تقسیم نہیں کی جاتی جب تک اس میں سے وہ قرضہ ادا نہ کر دیا جائے۔ النسائی (4605) نے محمد ابن جحشؓ سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا، **أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ حَدَّثَنَا الْعَلاَءُ، عَنْ أَبِي كَثِيرٍ، مَوْلَى مُحَمَّدِ بْنِ جَحْشٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَحْشٍ، قَالَ كُنَّا جُلُوساً عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَرَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ وَضَعَ رَاحَتَهُ عَلَى جَبْهَتِهِ ثُمَّ قَالَ " سُبْحَانَ اللَّهِ مَاذَا نُزِّلَ مِنَ التَّشْدِيدِ " . فَسَكَتْنَا وَفَزِعْنَا فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ سَأَلْتُهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا هَذَا التَّشْدِيدُ الَّذِي نُزِّلَ فَقَالَ " وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ رَجُلاً قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ أُحْيِيَ ثُمَّ قُتِلَ ثُمَّ أُحْيِيَ ثُمَّ قُتِلَ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ مَا دَخَلَ الْجَنَّةَ حَتَّى يُقْضَى عَنْهُ دَيْنُهُ "،**

"ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے تھے کہ انہوں

دے گا۔ اس کے بعد موروثی حکمرانی ہوگی اور اس وقت تک رہے گی جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر جب اللہ چاہے

> اسلامی ریاست میں اگر ایک کمپنی کے اثاثے اس کی مالیاتی ذمہ داریوں کی ادائیگیوں کے لیے ناکافی ثابت ہوتے ہیں تو مالکان کی ذاتی دولت کو کمپنی کی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لیے استعمال کیا جائے گا کیونکہ درحقیقت کمپنی کی ذمہ داری اس کے مالکان کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اسلام قرضے کو انتہائی سنجیدگی سے دیکھتا ہے کہ اگر ایک شخص اس حالت میں انتقال کر جائے کہ اس کے ذمہ قرض ہو تو اس کی وراثت اس وقت تک اس کے وارثین میں تقسیم نہیں کی جاتی جب تک اس میں سے وہ قرضہ ادا نہ کر دیا جائے۔

گا اسے ختم کر دے گا۔ پھر ظلم کی حکمرانی ہوگی اور اس وقت تک رہے گی جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر جب اللہ چاہے گا اسے ختم کر دے گا۔ پھر (دوبارہ) نبوت کے نقش قدم پر خلافت قائم ہوگی۔ اس کے بعد آپ ﷺ خاموش ہو گئے"۔

ختم شد

بقیہ صفحہ 31 سے

نے اپنا سر آسمان کی جانب اٹھایا پھر انہوں نے اپنی ہتھیلی اپنے ماتھے پر رکھی اور کہا: 'سبحان اللہ! کس قدر سخت حکم مجھ پر وحی کیا گیا ہے!' ہم خاموش رہے اور ہم ڈرے ہوئے تھے۔ اگلی صبح میں نے آپ ﷺ سے پوچھا، 'اے اللہ کے رسول ﷺ، وہ سخت حکم کیا ہے جو آپ ﷺ پر وحی کیا گیا ہے؟' آپ ﷺ نے فرمایا، 'قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر آدمی جنگ میں اللہ کے لیے مارا جائے اور پھر اسے دوبارہ زندہ کیا جائے، پھر مارا جائے اور دوبارہ زندہ کیا جائے، پھر مارا جائے، اور اس پر قرض ہو، تو وہ جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہوگا جب تک اس کا قرض نہ اتار دیا جائے"۔

واضح طور پر مالیاتی کرپشن اور قرضوں کی معافی اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک جمہوریت کا خاتمہ اور نبوت کے طریقے پر خلافت قائم نہیں کی جاتی۔

حزب التحریر

ولایہ پاکستان

14 ذی القعد 1439 ہجری

27 جولائی 2018ء

ختم شد

امت مسلمہ کی پہلی دفاعی لائن مسلم افواج ہیں

تحریر: بلال المہاجر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہر عظیم قوم کے لیے کچھ معاملات (ریڈ لائنز) ایسے ہوتے ہیں جن پر کسی صورت خاموشی اور مصلحت اختیار نہیں کی جاسکتی اور نہ ہی ان سے دستبردار ہوا جاسکتا ہے۔ پس عظیم قومیں، خصوصاً نظریاتی یا آئیڈیالوجیکل اقوام، اپنی فوجی طاقت و صلاحیت کے ساتھ ساتھ اپنے نظریات کا خصوصی طور پر خیال رکھتی ہیں۔ عظیم قومیں عملی قدم اٹھاتی ہیں جو ان کے نظریات کے تحفظ، پھیلاؤ اور بالادستی کو یقینی بناتی ہیں اور اس مقصد کے حصول کے لیے وہ اپنی فوجی طاقت و صلاحیت کو استعمال کرتی ہیں۔ تو اس طرح ریاستیں ایک ساتھ سیاسی، فوجی اور نظریاتی طاقت کو استعمال کرتی ہیں۔ لیکن سرمایہ دارانہ نظریے اور اس کی بے اصولی حقیقت پرستانہ (pragmatic) سوچ کے ظہور کے بعد اقوام اور ریاستوں کے اہم ترین مفادات (ریڈ لائنز) پر سودے بازی اندرونی و بیرونی خطرات سے نمٹنے کا ایک عملی طریقہ کار بن چکا ہے۔ اس کا آغاز مقدسات کے خلاف جارحانہ رویے اور توہین سے ہوا اور پھر یہ پھیلتا پھیلتا عزت پر حملے تک پہنچ گیا۔ اب لوگ مقدسات اور حرمتوں کی توہین ٹی وی اسکرینز پر یوں دیکھتے ہیں جیسے وہ کوئی دستاویزی یا تفریحی فلم دیکھ رہے ہوں۔ اور یہ مناظر بین الاقوامی برادری یا وسیع عالمی برادری کو ان کے خلاف حرکت میں نہیں لاتے سوائے اتنا ہی کہ جس سے وہ خود پر موجود دباؤ کو چند مذمتی بیانات دے کر کم کر سکے، اور وہ اسی وقت ایسا کرتی ہے جب ظلم تمام حدیں پار کر چکتا ہے۔ یہ کہنا قطعی مبالغہ آرائی نہیں ہوگا کہ مغرب کی یہ جدید بے اصولی حقیقت پرستانہ سوچ انسانی تاریخ کی سب سے گری ہوئی سوچ ہے۔ سوچ کا یہ پیمانہ دماغ کی صلاحیت کو ہی ختم کر دیتا ہے کہ وہ حقیقت کا درست ادراک کر سکے اور پھر صحیح اور مضبوط موقف اختیار کرے خصوصاً ایک ایسے وقت میں کہ جب یہ لازم ہو چکا ہے کہ فوری اور فیصلہ کن قدم اٹھایا جائے۔

اسلامی امت تاریخ میں وہ واحد امت تھی جس نے انسانی دماغ کو یہ پیمانہ دیا کہ مقدسات اور حرمتوں کا احترام اور عزت کی جائے، اور سوچ کا یہ پیمانہ قدیم اور جدید تاریخ میں ایک روشن مثال بن گیا۔ اسلامی تاریخ سوچ کے اس پیمانے کے عملی اظہار سے بھری پڑی ہے۔

اس کی ایک مثال رسول اللہ ﷺ کی جانب سے قریش مکّہ کے ساتھ صلح حدیبیہ ہے، کہ جب قریش نے اس امن معاہدے کی ایک شق کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنے اتحادی قبیلے بنی بکر کو اسلحہ اور رقم کے ذریعے مدد فراہم کی تاکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے اتحادی قبیلے بنی خزاعہ کے خلاف جارحیت کا ارتکاب کر سکیں۔ صلح حدیبیہ کی ایک شق یہ تھی کہ مکّہ کے گرد رہنے والے قبائل کو یہ آزادی حاصل ہوگی کہ وہ چاہیں تو قریش یا رسول اللہ ﷺ کے اتحادی بن جائیں۔ بنی خزاعہ نے رسول اللہ ﷺ کا اور بنی بکر نے قریش کا اتحادی بننا قبول کیا۔ لیکن بنی بکر نے بنی خزاعہ پر حملہ کیا اور اس حملے میں قریش نے بنی بکر کی مدد کی۔ حملے کے بعد بنی خزاعہ کے رہنما عمرو بن سالم الخزاع رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور انہیں قریش کی مدد سے ہونے والے بنی بکر کے حملے سے آگاہ کیا جو کہ صلح حدیبیہ کے معاہدے کی کھلی خلاف ورزی تھی۔ بنی خزاعہ کے رہنما مدینہ آئے، مسجد نبوی میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑے ہوئے اور ان سے یہ کہہ کر مدد کا مطالبہ کیا،

يا رب إني ناشد محمدا
حلف أبينا وأبيه الأتلدا

هم بيتونا بالوَتير هُجَّدا
وقتلونا ركعاً وسجدا

اے رب، میں محمد ﷺ سے ان کے اور ان کے والد کے قدیم عہد کی دہائی دے رہا ہوں

انہوں نے وتیر میں ہمارے گھروں پر اچانک حملہ کیا

اور ہمیں قتل کیا جب ہم رکوع اور سجدے کی حالت میں تھے

قریش کی جانب سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیے گئے صلح حدیبیہ کے معاہدے کی کھلی خلاف ورزی رسول اللہ ﷺ کے لیے کافی تھی کہ وہ فوج کے قائد اور ریاست مدینہ کے سیاسی و نظریاتی قائد کے طور پر مسلم افواج کو حرکت میں لانے کا حکم دیں۔ افواج کو حرکت میں لانے کے حکم کا مقصد محض بنی خزاعہ کی اپنے علاقے میں واپسی کو یقینی بنانے اور اس غداری پر "معافی" مانگنے کے مطالبے کے لیے نہیں تھی بلکہ اس کا مقصد قریش گڑھ کا خاتمہ کر کے مکہ کو آزاد کرانا تھا۔ اور اس وقت جزیرۃ العرب میں دوسرے قبائل کے مابین مکّہ کی حیثیت ایسے تھی جیسے آج واشنگٹن کی ہے۔

مسلمانوں کے مقدسات اور حرمتوں کے پامالی کو کسی صورت قبول نہ کرنے کی ایک اور مثال بنی قینقاع کی ہے۔ بنی قینقاع کے ایک یہودی مرد نے مسلم خاتون کے کپڑے کو بھرے بازار میں کھینچا جس سے وہ بے پردہ ہو گئیں۔ ایک مسلمان مرد نے جب یہ دیکھا تو اس

نے مسلمان عورت کی بے عزتی کا بدلہ لینے کے لیے اس یہودی کو قتل کر دیا۔ لیکن اس وقت بازار میں کئی اور یہودی مرد موجود تھے جنہوں نے غیرت مند مسلمان کو قتل کر دیا اور صورتحال شدید کشیدہ ہو گئی۔ جب اس بات کی خبر رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو انہوں نے بغیر کسی ہچکچاہٹ اور تردد کے افواج کو حرکت میں آنے کا حکم دیا۔ افواج کو حرکت میں لانے کا مقصد محض یہ نہیں تھا کہ شہید ہونے والے مسلمان کے خون کے بدلے دیت کی رقم لی جائے یا ان سے خاتون کی بے حرمتی پر معافی مانگنے کا مطالبہ کیا جائے بلکہ اس قبیلے کا محاصرہ کیا گیا جس کے بعد انہیں وہاں سے نکل جانے کا حکم دیا گیا۔

اور بنی قریضہ کو ان کی غداری کی وجہ سے حضرت سعد بن معاذؓ کی جانب سے سنائی جانے والی سزا اسلامی احکامات کے عین مطابق اور خونِ مسلم کی حرمت اور عزت کے لیے مناسب تھی۔ آپؐ نے بنی قریضہ کے مردوں کے قتل اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کرنے کا حکم دیا تھا۔ یہ سزا کسی ایسے شخص کی جانب سے نہیں دی گئی تھی جس کی یہود سے کوئی پرانی دشمنی ہو بلکہ وہ تو زمانہ جاہلیت میں بنی قریضہ کے دوست کے طور پر مشہور تھے اور اسی وجہ سے یہود نے اپنے معاملے کا فیصلہ کرنے کا اختیار سعد بن معاذؓ کو دینے کی درخواست رسول اللہ ﷺ سے کی تھی۔ سعد بن معاذؓ کا حکم اسلام کی تعلیمات کے عین مطابق تھا، یہاں تک کہ ان کے اس فیصلے کی تائید میں وحی نازل ہوئی جس کو رسول اللہ ﷺ نے حدیث میں اس طرح بیان کیا: لَقَدْ حَكَمْتَ فِيهِمْ بِحُكْمِ اللَّهِ مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمَوَاتٍ "تم (سعد) نے سات آسمانوں کے اوپر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فیصلے کے مطابق ان کا فیصلہ کیا ہے"۔ مسلمانوں کی تاریخ اپنے اہم مقدسات اور حرمات (ریڈ لائنز) کے دفاع سے بھری پڑی ہے۔ اس وقت امت اور اس کی افواج نے ان معاملات پر فیصلہ کن موقف اختیار کیا اور اس موقف کو پورا کرنے کے لیے اکثر جنگیں لڑنی پڑیں۔ یہ معاملات اسلام کے عقیدے کے دفاع کے لیے مرتدین کے خلاف جنگ ہو، یا رومی سلطنت میں قید ایک آزاد مسلمان خاتون کی پکار پر جنگ ہو جس کے نتیجے میں اموریہ کا علاقہ فتح ہوا اور اسلامی ریاست کا حصہ بن گیا، یا سرزمین سندھ کے دروازے اسلام کے لیے کھولنا ہو جب قذاقوں نے مسلمانوں کے بحری جہازوں پر کھلے سمندر میں حملہ کیا ۔۔۔۔ اور اسی طرح کے کئی واقعات ہیں جن پر امت مسلمہ اور ان کی افواج نے ریڈ لائنز پر کسی سمجھوتے کو قبول نہیں کیا تھا۔ لیکن یہ اس وقت ہوتا تھا جب مسلمانوں کی ایک سیاسی اکائی تھی اُس اکائی کا سربراہ مسلمانوں کا سیاسی، فوجی اور نظریاتی رہنما ہوتا تھا۔ یہ اس وقت ہوتا تھا جب اسلامی نظریات امت اور اس کی ریاست کی رہنمائی کا کام کرتے تھے اور یہ اسلامی شرعی احکامات تھے جو حقائق پر منطبق کیے جاتے تھے اور مضبوط موقف اپنائے جاتے تھے۔

یقیناً امت کی حکمرانی سے اسلام کی غیر موجودگی اور مسلم افواج کے فوجی ڈاکٹرائن سے اسلامی عقیدے کی غیر موجودگی، اس کے ساتھ ساتھ امت کے سروں پر مغرب کی جانب سے ایجنٹ حکمرانوں کو مسلط کرنا جو ان پر کفر کی بنیاد پر حکمرانی کرتے ہیں اور مسلم افواج کے فوجی ڈاکٹرائن کا وطنی اور قومی بنیادوں پر مرتب ہونا، یہ وہ دو وجوہات ہیں کہ جس کی وجہ سے مسلمانوں کے حکمران اور ان کی افواج مسلمانوں کی مقدسات اور حرمات کے تحفظ کے لیے انگلی تک حرکت میں نہیں لاتے۔ آج فلسطین، کشمیر، شام اور میانمار (برما) کے حوالے سے یہی صورتحال ہے اور ماضی میں بوسنیا اور دیگر کئی معاملات میں بھی یہی صورتحال رہی ہے۔ اگر ان حالات میں امت کے پاس، رسول اللہ ﷺ جیسا رہنما ہوتا، یا ابو بکرؓ، عمرؓ اور معتصمؒ جیسا خلیفہ ہوتا تو وہ یہود کے معاملے میں موجودہ صورتحال کو کسی صورت قبول نہ کرتا بلکہ وہ ویسا کرتا جس کا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ یہ حکم رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث میں بیان فرمایا کہ، تُقَاتِلُونَ الْيَهُودَ حَتَّى يَخْتَبِيَ أَحَدُهُمْ وَرَاءَ الْحَجَرِ فَيَقُولُ يَا عَبْدَ اللَّهِ هَذَا يَهُودِيٌّ وَرَائِي فَاقْتُلْهُ "تم (یعنی مسلمان) یہود سے اس وقت تک لڑو گے کہ جب ان میں سے کچھ پتھروں کے پیچھے چھپیں گے، اور پتھر کہیں گے، 'اے عبداللہ (اے اللہ کے بندے)! میرے پیچھے ایک یہودی چھپا بیٹھا ہے، لہٰذا اسے قتل کردو'"۔ اور وہ بدھسٹوں سے اس سے کم کچھ قبول نہ کرتا۔ وہ امریکہ کی جانب سے بھی کچھ قبول نہ کرتا سوائے اس کے کہ جو رسول اللہ ﷺ نے مکّہ کی فتح کے موقع پر قریش کی جانب سے قبول کیا تھا۔ اور وہ روس سے کچھ قبول نہ کرتا سوائے اس کے جو سعد بن معاذؓ نے بنی قریضہ کے لیے مقرر کر دیا تھا اور ماسکو کی فتح۔ ۔۔۔ اور اس سے کم کسی بھی چیز کی قبولیت کو اسلام نے بے شرمی، بے عزتی اور بے اصول حقیقت پرستی قرار دیا ہے، اور سب کچھ اسلام سے مطابقت نہیں رکھتا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا، وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ " حالانکہ عزت اللہ کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے اور مومنوں کے لیے لیکن منافق نہیں جانتے "(المنافقون: 8)۔

ختم شد

جمہوریت سے تبدیلی کی اُمید ایک سراب ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پاکستان کے گیارہویں عام انتخابات کے نتائج نے موجودہ ملکی صورتحال کے خلاف مسلمانوں کے شدید غصے کو سب پر واضح کر دیا ہے۔ عوام نے شدید غربت، سیاسی قیادت کی کرپشن اور امریکہ سے اتحاد کی وجہ سے پیدا ہونے والے عدم استحکام کے خلاف اپنے غصے کا اظہار کیا۔ لیکن آنے والے نئے حکمران تبدیلی نہیں لا سکتے کیونکہ وہ اس نظام، یعنی جمہوریت پر پوری طرح کاربند ہیں جس نے ان مسائل کو جنم دیا۔

نئے حکمران کرپشن کا جڑ سے خاتمہ نہیں کر سکتے کیونکہ مغرب سمیت دنیا بھر میں جمہوریت بذاتِ خود حکمرانوں اور اسمبلی اراکین کو دولت سمیٹنے کی اجازت دیتی ہے اور یہی پاکستان میں بھی ہوتا ہے۔ جمہوریت نے ایک ایسا سیاسی طبقہ پیدا کیا ہے جو انتخابات میں کروڑوں روپے لگاتا ہے تاکہ اقتدار میں آکر بھاری صنعتوں، توانائی اور معدنی ذخائر کی نجکاری کے نام پر مالک بن کر اربوں روپے بنائے۔ کرپشن جمہوریت میں اس حد تک رچی بسی ہے کہ کرپشن کے خلاف جنگ کا نعرہ لگا کر اقتدار میں آنے والے حکمرانوں کو بھی کرپٹ سیاست دانوں کو اپنی صفوں میں شامل کرنا پڑا کیونکہ وہ "الیکٹیبل" ہیں۔ 4 جولائی 2018 کو عمران خان نے اس بات کا اعتراف کیا کہ وہ قومی و صوبائی حلقوں کے لیے اپنے سات سو کے قریب امیدواروں کی سچائی کی ضمانت نہیں دے سکتے اور جواز کے طور پر کہا: "آپ جیتنے کے لیے انتخابات لڑتے ہیں۔ آپ اچھے بچے کے طور پر انتخابات نہیں لڑتے۔ اور میں جیتنا چاہتا ہوں"۔ انہوں نے مزید کہا کہ "یہاں پر جو سیاسی طبقہ ہے وہ زیادہ تبدیل نہیں ہوتا۔ آپ نئے کردار متعارف کرا سکتے ہیں لیکن آپ پورے سیاسی طبقے کو تبدیل نہیں کر سکتے"۔ تو پھر کس طرح کسی ایسے حکمران سے کرپشن کے خاتمے کی امید لگائی جا سکتی ہے جو جمہوریت کے ذریعے حکمرانی کرتا ہو؟

نئے حکمران غربت کو ختم نہیں کر سکتے کیونکہ

نئے حکمران کرپشن کا جڑ سے خاتمہ نہیں کر سکتے کیونکہ مغرب سمیت دنیا بھر میں جمہوریت بذاتِ خود حکمرانوں اور اسمبلی اراکین کو دولت سمیٹنے کی اجازت دیتی ہے اور یہی پاکستان میں بھی ہوتا ہے۔ جمہوریت نے ایک ایسا سیاسی طبقہ پیدا کیا ہے جو انتخابات میں کروڑوں روپے لگاتا ہے تاکہ اقتدار میں آکر بھاری صنعتوں، توانائی اور معدنی ذخائر کی نجکاری کے نام پر مالک بن کر اربوں روپے بنائے۔

جمہوریت نے بذاتِ خود سرمایہ دارانہ نظام اور استعماری پالیسیوں کے ذریعے پاکستان کی معیشت کو تباہ کیا ہے۔ یہ جمہوریت ہی ہے جو ان اثاثوں کی نجکاری کو یقینی بناتی ہے جن سے بڑے پیمانے پر آمدنی حاصل ہوتی ہے اور پھر آمدن میں کمی کو پورا کرنے کے لیے تمام آبادی پر کمر توڑ ٹیکسوں کا بوجھ ڈال دیا جاتا ہے۔ موجودہ حکمران بھی کم و بیش وہی باتیں کر رہے ہیں جو ہم سابق حکمرانوں کے منہ سے سنتے تھے کیونکہ نئے حکمران بھی موجودہ سرمایہ دارانہ نظام اور استعمار کے مالیاتی اداروں کے ساتھ کیے گئے معاہدوں کے پاسدار رہیں گے۔ 22 اپریل 2018 کو دنیا کے ایک صفِ اول کے سرمایہ کار بینک **زوٹک کیپیٹل** نے لندن میں ایک اجلاس منعقد کیا جس میں دنیا کے چند سرکردہ مالیاتی اداروں کے نمائندوں نے شرکت کی۔ اس اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے عمران خان نے تصدیق کی کہ وہ آئی ایم ایف کی معاونت کو قبول کرنے کے لیے تیار ہیں۔ تو پھر کس طرح کسی ایسے حکمران سے غربت کے خاتمے کی امید لگائی جا سکتی ہے جو جمہوریت کے ذریعے حکمرانی کرتا ہو؟

نئے حکمران امن اور سلامتی کا ماحول بھی پیدا نہیں کر سکتے کیونکہ جمہوریت امریکہ کے ساتھ اتحاد کے نام پر بذاتِ خود پاکستان کو امریکی ضرر کے حوالے کرتی ہے۔ آج اس وقت بھی جمہوریت ہمارے ملک میں امریکہ کا وسیع نیٹ ورک برقرار رکھے ہوئے ہے۔ اس امریکی نیٹ ورک میں اس کا قلع نما سفارت خانہ، جاسوسی میں سرگرمِ عمل قونصل خانے، بلا تعطل جاری رہنے والی نیٹو سپلائی لائن اور امریکہ کی پرائیویٹ فوج اور انٹیلی جنس ادارے شامل ہیں جنہیں ہمارے لوگوں پر حملوں کا بندوبست کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ امن اور سلامتی کے لیے لازم ہے کہ امریکہ کے ساتھ اتحاد ختم کیا جائے اور ہماری سرزمین سے اس کے زہریلے وجود کا خاتمہ کیا جائے، عمران خان جس کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔ 26 جولائی 2018 کو عمران خان نے کہا: "امریکہ سے ایسے متوازن تعلقات چاہتے ہیں جن سے دونوں ملکوں کو فائدہ ہو"۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکہ کے ساتھ اتحاد نے ہی خطے کے مسلمانوں کے امن و سلامتی کو خطرے سے دوچار کیا ہوا ہے۔

نارملائزیشن کے نام پر پاکستان-بھارت مذاکرات کے ذریعے امریکہ کشمیر کے مسئلے کو دفن کرنا چاہتا ہے تاکہ بھارت کے لیے خطے میں ایک بالادست طاقت بننا آسان ہوجائے۔اور امریکہ پاکستان کی مدد سے افغانستان میں امن معاہدے کے لیے کام کررہا ہے تاکہ افغانستان میں-دنیا کی واحد مسلم ایٹمی طاقت کی دہلیز پر-امریکی فوج کی مستقل موجودگی کو یقینی بنایا جاسکے۔تو عمران خان کیسے امن اور سلامتی لاسکتا ہے جب کہ اس نے واضح طور پر اعلان کردیا ہے کہ وہ امریکہ کے ساتھ اتحاد کے لیے بھی تیار ہے اور افغانستان اور بھارت کے متعلق امریکہ کے منصوبوں میں مدد فراہم کرنے پر بھی رضامند ہے؟

اے پاکستان کے مسلمانو! پاکستان کے گیارہویں انتخابات کے بعد جمہوریت آپ کو وہی کچھ دے گی جو اس سے پہلے ماضی کے دس عام انتخابات کے ذریعے دے چکی ہے یعنی مزید کرپشن، غربت، عدم تحفظ اور تباہی و بربادی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَيْنِ "مومن ایک سوراخ سے دوسری بار نہیں ڈسا جاتا" (بخاری ومسلم)۔

اگرچہ موجودہ حکمران آزمائے ہوئے نہیں ہیں لیکن جمہوریت ضرور آزمائی ہوئی ہے لہٰذا ہم ہر ایسے حکمران کے ہاتھوں ڈسے جائیں گے جو جمہوریت کے ذریعے حکمرانی کرے گا۔ جمہوریت وہ حکمرانی ہے جو اللہ کے نازل کردہ احکامات کی بنیاد پر نہیں ہے، اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نہ صرف ہمیں ایسی حکمرانی سے منع فرمایا ہے بلکہ اسے مسترد کرنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا "کیا آپ ﷺ نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ایمان لائے ہیں، اس پر جو آپ ﷺ پر نازل ہوا اور جو آپ ﷺ سے پہلے نازل ہوچکا ہے، یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اپنے فیصلے طاغوت (غیر اللہ) کے پاس لے جائیں حالانکہ ان کو حکم ہوچکا ہے کہ طاغوت کا انکار کردیں۔ شیطان چاہتا ہے کہ وہ ان کو بہکا کر دور جا ڈالے" (النساء:60)۔

اے پاکستان کے مسلمانو! بہت آزمالیا جمہوریت کو، اب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نازل کردہ احکامات کی بنیاد پر حکمرانی کا وقت ہے۔ صرف نبوت کے نقشِ قدم پر قائم خلافت ہی ایسا سیاسی طبقہ پیدا کرے گی جو کرپشن سے پاک ہوگا کیونکہ اس کے سیاست دان قرآن وسنت کی بنیاد پر حکمرانی کے لیے آگے آئیں گے۔ جس شخص کو بھی حکمران بنایا جائے گا تو اس وقت اس کی دولت کا حساب لگایا جائے گا، اور جب اس کی حکمرانی کی مدت ختم ہوگی تو ایک بار پھر اس کی دولت کو شمار کیا جائے گا، اور دولت میں غیر معمولی اضافے کو ضبط کرکے بیت المال میں ڈال دیا جائے گا۔ یہ صرف نبوت ﷺ کے نقشِ قدم پر خلافت ہی ہوگی جو غربت کا خاتمہ کرے گی۔ خلافت توانائی اور معدنی وسائل کو عوامی ملکیت قرار دے گی اور بھاری صنعتوں میں ریاستی کمپنیوں کا کردار بالادست بنائے گی جس کے نتیجے میں خلافت کے پاس لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے وافر فنڈز موجود ہوں گے۔ اور یہ نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت ہی ہوگی جو مسلمانوں کے کھلے دشمنوں کے ساتھ ہر طرح کے اتحاد (الائنس) کا خاتمہ کردے گی اور موجودہ مسلم ممالک کو ایک واحد اور طاقتور ترین ریاست کی شکل میں یکجا کرے گی۔

ہم سب پر لازم ہے کہ حزب التحریر کے ساتھ مل کر نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت کی بحالی کے لیے کام کریں جو صحیح معنوں میں اُس اسلامی ریاست کی جانشین ہوگی جس کی بنیاد رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں رکھی تھی۔ امام احمد نے اپنی مسند میں حذیفہ بن یمانؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تَكُونُ النُّبُوَّةُ فِيكُمْ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةٌ عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا عَاضًّا فَيَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ ثُمَّ سَكَتَ

"تم میں نبوت موجود رہے گی جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر جب اللہ چاہے گا اس کو اٹھالے گا۔ پھر نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت ہوگی اور اس وقت تک رہے گی جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر جب اللہ چاہے گا اسے ختم کر

بقیہ صفحہ 27 پر

پاکستان کے گیارہویں انتخابات کے بعد جمہوریت آپ کو وہی کچھ دے گی جو اس سے پہلے ماضی کے دس عام انتخابات کے ذریعے دے چکی ہے یعنی مزید کرپشن، غربت، عدم تحفظ اور تباہی و بربادی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَيْنِ "مومن ایک سوراخ سے دوسری بار نہیں ڈسا جاتا" (بخاری ومسلم)۔

سوال وجواب: قبضہ حاصل کرنے سے پہلے مشین کو فروخت کرنا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال:

ہمارے معزز شیخ،

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

برائے مہربانی کیا آپ "معاہدے" سے متعلق ایک ذاتی سوال کا جواب دے سکتے ہیں؟

میرے پاس 400 مربع میٹر جگہ کے ساتھ ایک کارپنٹیری مشین ہے۔ایک شخص مشین خریدنے کے لئے آیا اور میں مشین فروخت کرنے پر راضی ہوگیا۔پھر اس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا وہ اس جگہ کو کرایہ پرلے سکتا ہے تاکہ وہ یہاں مجھ سے خریدی ہوئی مشین کورکھ سکے اور ساتھ ساتھ اسی جگہ میں اس پر کام بھی کرسکے۔ہمارے درمیان ان شرائط پر معاہدہ ہو گیا۔اہم بات یہ ہے کہ مشین پورٹیبل(آسانی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے والی) ہے لیکن اسی جگہ میں رکھی جاتی ہے،اور یہ کہ اس جگہ کی چابی اس شخص کے پاس ہوگی کہ جس نے اس جگہ کو کرائے پر لیا ہے اور مشین کا اصل مالک ہے اور اس کو اس جگہ کا پورااختیار ہے اور کسی چیز کو نقصان پہنچائے بغیر جگہ کواستعمال کرنے کے لئے آزاد ہے۔

اگرمشین کو منتقل نہ کیاجائے توکیا ہمارے درمیان معاہدہ شرعی اعتبار سے درست ہے؟یا مشین کو منتقل نہ کرنے اور اُسی جگہ میں رکھے جانے، جسے اُس(مشین کے خریدار)نے کرائے پر لیا ہے،کی وجہ سے معاہدہ باطل ہے؟

اللہ آپ کو برکت عطا فرمائے اور آپ کے ہاتھوں سے فتح لائے۔برائے مہربانی جلد سے جلد اس سوال کا جواب دیں کیونکہ اس کی ضرورت ہے۔

ابواحسان مناسرا

جواب:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

فروخت میں، شے کی وصولی اور اس کے قبضے کو حاصل کرنا ضروری ہوتا ہے،لیکن یہ صرف ایسی چیزوں کے لئے ضروری ہے جن کا وزن کیا جاسکتا ہو،انہیں ناپا اور شمار کیا جاسکتا ہو، مثال کے طور پر چاول ، کپڑا یا کھانے پینے کی چیزیں جیسے تربوز یا کیلے وغیرہ۔۔۔ایسی چیزیں جو ناپی جاتی ہیں اور ان میں وہ چیزیں بھی شامل ہیں جو ہاتھ یا بازو سے ناپی جاتی ہیں۔۔۔

> آپ ﷺ نے فرمایا،اگر تم سامان خریدتے ہو،تو اُس وقت تک آگے فروخت نہ کرو کہ جب تک اُس کو اپنے قبضے میں نہ لے لو"(احمد)۔

یا شمار میں فروخت کی جاتی ہیں جیسے تربوز یا وہ چیزیں جو وزن کر کے فروخت کی جاتی ہیں اور پیمائش کر کے فروخت کی جاتی ہیں اور ہاتھ یا بازو کے ذریعے یا وزن یا شمار کر کے ان کی پیمائش کی جاتی ہے۔۔۔ان سب کو فروخت کے دوران خریدار کے لئے ان کی جگہ سے منتقل کرنا ضروری ہے۔ان کی آگے فروخت کے جائز ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ان کا قبضہ حاصل ہو جائے اور وہ شے اس کی دکان پر منتقل ہو جائے۔پس تاجر کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی ایسی چیز کو بیچے جس کا وہ مالک نہیں ہے یعنی وہ اس کی دکان میں نہیں ہے، نبی ﷺ نے فرمایا:**«مَنْ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ»**"جو کوئی بھی غلہ خریدتا ہے وہ اُسے اُس وقت تک فروخت نہ کرے جب تک وہ اُس کا قبضہ حاصل نہ کرلے"(بخاری)۔ اسی طرح مسلم نے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے:**«وَكُنَّا نَشْتَرِي الطَّعَامَ مِنْ الرُّكْبَانِ جِزَافًا فَنَهَانَا رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم أَنْ نَبِيعَهُ حَتَّى نَنْقُلَهُ مِنْ مَكَانِهِ»**"ہم مسافروں سے اندازہ (وزن، پیمائش) کے بغیر غلہ خریدتے تھے،لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس کی فروخت سے منع فرمایا جب تک کہ ہم اسے اُس جگہ سے منتقل نہ کردیں"۔ مسلم نے نبی ﷺ سے روایت کیا:**«مَنْ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَكْتَالَهُ»**"جو بھی خوراک خریدتا ہے، وہ اسے اس وقت تک فروخت نہ کرے جب تک وہ اُس کا وزن نہ کرلے"۔ حکیم بن حزامؓ سے روایت ہے کہ:**«قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَشْتَرِي بُيُوعًا فَمَا يَحِلُّ لِي مِنْهَا وَمَا يُحَرَّمُ عَلَيَّ قَالَ فَإِذَا اشْتَرَيْتَ بَيْعًا فَلَا تَبِعْهُ حَتَّى تَقْبِضَهُ»**"میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ ، میں سامان خریدتا ہوں،میرے لئے کونسا حلال ہے اور کونسا حرام ہے؟آپ ﷺ نے فرمایا، اگر تم سامان خریدتے ہو، تو اُس وقت تک آگے فروخت نہ کرو کہ جب تک اُس کو اپنے قبضے میں نہ لے لو"(احمد)۔زید بن ثابتؓ سے روایت ہے:**«إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم نَهَى أَنْ تُبَاعَ السِّلَعُ حَيْثُ تُبْتَاعُ حَتَّى يَحُوزَهَا التُّجَّارُ إِلَى رِحَالِهِمْ»**"نبی ﷺ نے منع فرمایا کہ سامان کو وہاں بیچا جائے جہاں وہ خریدا گیا حتیٰ کہ تاجر اسے اپنے

مقامات پر منتقل کرلیں"(ابو داؤد)۔ احمد نے اپنی مسند میں ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:**«مَنْ اشْتَرَى طَعَامًا بِكَيْلٍ أَوْ وَزْنٍ فَلَا يَبِيعُهُ حَتَّى يَقْبِضَهُ»**"جو بھی غلہ خریدتا ہے؛ ناپ یا وزن کے حساب سے، تو وہ اُسے اپنے قبضہ میں لینے سے پہلے فروخت نہ کرے"۔

یہ واضح ہے کہ احادیث وزن اور پیمانہ، اور ساتھ ساتھ عام خوراک کا ذکر کرتی ہیں۔ اور غلہ کو کبھی وزن کیا جاتا ہے، کبھی ناپا جاتا ہے یا گنا جاتا ہے، مثال کے طور پر کبھی کبھار کچھ قسم کے پھل تعداد کے حساب سے فروخت کیے جاتے ہیں۔۔۔ لہٰذا، قبضہ حاصل کرنے کی ضرورت ہر اس چیز میں ایک شرط ہے جس کا تعلق غلہ، وزن، پیمائش یا تعداد کا اندازہ لگانے سے ہو۔

لیکن دیگر اشیاء کہ جن کا وزن، پیمائش یا گنتی نہیں کی جاسکتی، انہیں فروخت کرنے کے لئے اُن کا قبضہ حاصل کرنے کی کوئی شرط نہیں ہیں۔ یہ گھر، زمین، جانوروں اور اس طرح کی دیگر اشیاء کی فروخت پر لاگو ہوتا ہے، کیونکہ گھر اور زمین اپنی جگہ سے نہیں ہلائے جاسکتے، اور جانوروں کے لئے اس حدیث کی بنا پر ہے کہ بخاری نے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ ایک پریشان کرنے والے اونٹ پر سوار تھے جو کہ عمرؓ کا تھا، **«فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم بِعْنِيهِ فَقَالَ عُمَرُ هُوَ لَكَ فَاشْتَرَاهُ ثُمَّ قَالَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ اللَّهِ فَاصْنَعْ بِهِ مَا شِئْتَ»**"آپ ﷺ نے فرمایا: اسے مجھے فروخت کردو۔ عمرؓ نے کہا: یہ آپ کا ہوا۔ نبی ﷺ نے اسے خریدا اور پھر فرمایا اے عبداللہ، یہ تمہارا ہوا، تم اس کے ساتھ جو چاہو کر سکتے ہو"۔ اس حدیث میں نبی ﷺ نے عمرؓ سے اسے خرید ا اور عمرؓ سے قبضے میں لینے سے قبل اسے عبد اللہ بن عمرؓ کو فروخت کردیا۔ اس کے علاوہ مسلم نے اپنی صحیح میں عامر سے روایت کیا، کہ جابر بن عبداللہؓ نے کہا کہ:**«أَنَّهُ كَانَ يَسِيرُعَلَى جَمَلٍ لَهُ قَدْ أَعْيَا فَأَرَادَ أَنْ يُسَيِّبَهُ قَالَ فَلَحِقَنِي النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَدَعَا لِي وَضَرَبَهُ فَسَارَ سَيْرًا لَمْ يَسِرْ مِثْلَهُ قَالَ بِعْنِيهِ بِوُقِيَّةٍ قُلْتُ لَا ثُمَّ قَالَ بِعْنِيهِ فَبِعْتُهُ بِوُقِيَّةٍ وَاسْتَثْنَيْتُ عَلَيْهِ حُمْلَانَهُ إِلَى أَهْلِي فَلَمَّا بَلَغْتُ أَتَيْتُهُ بِالْجَمَلِ فَنَقَدَنِي ثَمَنَهُ ثُمَّ رَجَعْتُ فَأَرْسَلَ فِي أَثَرِي فَقَالَ أَتُرَانِي مَاكَسْتُكَ لِآخُذَ جَمَلَكَ خُذْ جَمَلَكَ وَدَرَاهِمَكَ فَهُوَ لَكَ»** "وہ اپنے اونٹ پر سفر کر رہے تھے جو کہ تھوڑا جھک گیا تھا، اور آپؓ نے اسے چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے آپؓ سے ملاقات کی اور آپؓ کے لئے دعا کی اور اونٹ کو ضرب لگائی، تو وہ ایسے دوڑا جیسے پہلے کبھی نہیں دوڑا تھا۔ نبی ﷺ نے کہا: اسے ایک 'یوقیہ' میں مجھے فروخت کردو۔ میں نے کہا نہیں۔ آپ ﷺ نے پھر سے کہا: اسے مجھے فروخت کردو۔ لہٰذا میں نے آپ ﷺ کو وہ اونٹ ایک 'یوقیہ' میں فروخت کردیا، لیکن اس شرط پر کہ اس اونٹ پر سوار ہو کر مجھے اپنے گھر واپس جانے کی اجازت دی جائے۔ جب میں (اپنے گھر) پہنچا تو میں اونٹ کو آپ ﷺ کے پاس لے گیا اور انہوں نے مجھے اس کی قیمت نقد میں ادا کی۔ پھر جب میں واپس جارہا تھا تو انہوں نے میرے پیچھے (کسی شخص کو) بھیجا (اور جب میں لوٹا) تو انہوں نے کہا: کیا تم نے دیکھا کہ میں نے تم سے اونٹ خریدنے کے لئے قیمت کم کرنے کو کہا؟ اپنا اونٹ اور اپنے سکے لے لو، یہ تمہارے ہوئے"۔ حدیث میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جابر بن عبداللہؓ کا اونٹ خریدا، لیکن نبی ﷺ نے اس کا قبضہ حاصل نہیں کیا، اور جب تک وہ اپنے گھر نہ پہنچ گئے جابر بن عبداللہؓ اونٹ پر سوار رہے ۔۔۔ اور پھر انہوں نے اونٹ نبی ﷺ کو دیا۔ لہٰذا، جانوروں اور اسی طرح کی چیزیں جو عام طور پر وزن یا پیمائش یا تعداد کے حساب سے فروخت نہیں کی جاتی، ان کی آگے فروخت کے لئے ان کا قبضہ حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لہٰذا کارپینٹری مشین جس کا آپ نے ذکر کیا ہے جانوروں کی خرید و فروخت کے زمرے میں آتی ہے، لہٰذا آپ اسے اپنے قبضے میں لئے بغیر فروخت کرسکتے ہیں، یعنی اسے اپنی جگہ سے ہلانا ضروری نہیں۔۔۔ دوسرے الفاظ میں، مشین کی فروخت کا معاہدہ درست ہے چاہے کہ خریدار اسے اپنے گھر منتقل کردے یا جس جگہ پر وہ رکھی ہے اس جگہ کو کرائے پر لے لے اور مشین کو اُسی جگہ رکھے، اور فروخت کی یہ اجازت درست ہے۔ اللہ تعالیٰ مشین کی فروخت کے اس معاہدے میں برکت ڈالے اور آپ اور خریدنے والے کو بھی برکت عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ جاننے والا ہے، وہ ہماری رہنمائی فرمائے۔

جانوروں اور اسی طرح کی چیزیں جو عام طور پر وزن یا پیمائش یا تعداد کے حساب سے فروخت نہیں کی جاتی، ان کی آگے فروخت کے لئے ان کا قبضہ حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

آپ کا بھائی،

عطاء بن خلیل ابوالرشتہ

22 جمادی الاول 1439 ہجری

8 فروری 2018 عیسوی

ختم شد

سوال وجواب: قائدہ شریعہ: علت (شرعی وجہ) اپنے وجود اور عدم وجود کے لحاظ سے سبب کے گرد گھومتی ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اللہ آپ کی کوششوں میں برکت دے اور جزائے خیر دے

ہمارے محترم شیخ، میں ایک شرعی قاعدے کے بارے میں سوال کرنا چاہوں گا۔

"علت اپنے وجود اور عدم وجود کے لحاظ سے اپنے سبب کے گرد گھومتی ہے۔۔۔"سوال یہ ہے کہ: "آپ ﷺ سے پکی ہوئی کھجوروں (رطب) کے بدلے خشک کھجوروں (تمر) کی تجارت کے بارے میں پوچھا گیا« أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ جَوَازِ بَيْعِ الرُّطَبِ بِالتَّمْرِ، فَقَالَ النَّبِيُّ هَلْ يَنْقُصُ الرُّطَبُ إِذَا يَبِسَ؟ فَقَالُوا: نَعَمْ، فَقَالَ: فَلاَ إِذَنْ» نبی ﷺ نے فرمایا: کیا رطب خشک ہو جانے کے بعد وزن میں کم ہو جاتی ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں۔ آپ ﷺ نے کہا: پھر نہیں"۔

اب اگر ہمیں کمی کی مقدار معلوم ہو اور اس کو پورا کر دیا جائے تو کیا یہ تجارت جائز ہو گی؟ دوسرے الفاظ میں اگر پکی کھجوروں (رطب) کا وزن ایک کلو ہے اور جب وہ خشک (تمر) ہو جائے تو اس کا وزن 900 گرام ہو جائے، تو کیا ہم 900 گرام خشک کھجوریں ایک کلو پکی کھجوروں کی قیمت میں بیچ سکتے ہیں؟ اگر جواب نفی میں ہے تو اس جملے میں کیا فائدہ ہے کہ 'علت (مقدار کی) کمی میں ہے'؟

رفیق احمد ابو جعفر

جواب:

وعلیکم اسلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آپ کے سوال میں آپ کا اشارہ "اسلامی شخصیہ جلد 3" میں درج "علتِ دلالۃ" کی طرف ہے، اور یہاں میں آپ کے سوال کے حوالے سے اس کا ذکر کرنا چاہوں گا جو کتاب میں درج ہے: "جہاں تک اس علت کا تعلق ہے جو دلیل کی دلالت سے ثابت ہوتی ہے جسے دلالتِ تنبیہ و ایما کہا جاتا ہے، تو اس کی دو قسمیں ہیں: اول: جب حکم ایک وصف مفہم (reasoned description) کی بنا پر ہو۔۔۔ دوئم: جب جملے کے الفاظ اپنی وضع کے لحاظ سے علت کی طرف اشارہ نہ کرتے ہوں لیکن الفاظ کے معانی علت کی موجودگی کو لازمی بناتے ہوں اور اس کی پانچ اقسام ہیں: 1):۔۔۔ 2):۔۔۔ 3): اگر شارع نے اس حکم کے ساتھ کسی ایسے وصف کا ذکر کیا جو اگر تعلیل کے لیے (علت کے طور پر) نہیں ہے تو اس کا ذکر بے کار ہے، اور شارع کی حیثیت اس سے کہیں بڑھ کر ہے اور چونکہ عام طور پر شرعی نصوص میں جو کچھ بھی ذکر کیا گیا ہو وہ قانونی معنی رکھتا ہے لہذا یہ وصف ایک علت سمجھا جاتا ہے اور اس نص کو علت والی نص سمجھا جاتا ہے، مثلاً اگر بات سوال کا جواب ہے، پھر یا تو وصف سوال کے اندر ہی بیان کیا گیا ہے، یا یہ وضاحت اس حکم سے الگ کسی اور ایسی ہی جگہ کی گئی ہے۔ جیسا کہ روایت ہے کہ:» أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ جَوَازِ بَيْعِ الرُّطَبِ بِالتَّمْرِ، فَقَالَ النَّبِيُّ هَلْ يَنْقُصُ الرُّطَبُ إِذَا يَبِسَ؟ فَقَالُوا: نَعَمْ، فَقَالَ: فَلاَ إِذَنْ«"رسول اللہ ﷺ سے خشک کھجور کے بدلے تر کھجور کو بیچنے کے بارے میں سوال کیا گیا۔ تو آپ ﷺ نے پوچھا: کیا کھجور خشک ہو جانے کے بعد وزن میں کم ہو جاتی ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں۔ آپ ﷺ نے کہا: پھر نہیں" (دار قطنی)۔ لہٰذا جواب میں بیچنے کی ممانعت کے حکم کے ساتھ کمی کا تعلق کہ جب رطب خشک ہو جاتی ہے تو اس کا وزن کم ہو جاتا ہے، بیکار نہیں ہے، لازمی بات ہے کہ اس کی اہمیت ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کا جواب کو حرف 'ف' کے ساتھ جوڑنا اور فرمانا: "فلا إذن" "تو پھر نہیں" علت کی ایک شکل ہے، اس تعلق سے پتا چلتا ہے کہ رطب کھجور کی خشک کھجور کے عوض تجارت کی ممانعت کی علت دراصل "(مقدار کی) کمی" ہے، جس کو (ممانعت کے) حکم کو حرف 'ف' (جو کہ وصف ہے) کے ساتھ جوڑنے سے لیا گیا ہے اور لفظ "اذن" کے ساتھ تعلق سے۔ اس مثال میں علت سوال کے اندر ہی موجود ہے۔ جبکہ اس کی مثال کہ جہاں وصف سوال میں نہیں، یہ ہے کہ جب آپ

ﷺ نے حکم واضح کیا، تو آپ ﷺ نے سوال سے ہٹ کر اس جیسی ایک حقیقت کو بیان کیا، جیسے روایت ہے کہ جب ایک عورت خثعمیہ نے نبی ﷺ سے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! میرے والد فوت ہو گئے مگر انھوں نے حج نہیں کیا۔ اگر میں ان کی جگہ کر لوں تو کیا ان کو فائدہ دے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: »أرأيتِ لوْ كانَ على أبيكِ دَيْنٌ أَكُنْتِ قاضِيَتَه؟ قالت: نعم. قال: فَدَيْنُ اللهِ أَحَقُّ بالقَضاء« "اگر تمہارے والد مقروض ہوتے، کیا تم ان کا قرضہ ادا کرتیں؟ اس نے کہا: ہاں۔ آپ ﷺ نے کہا: پھر اللہ کا قرض ادا کرنا اس سے بہتر ہے"۔ یہاں خثعمیہ نے حج کے بارے میں پوچھا اور نبی ﷺ نے انسانی قرض کا ذکر کیا، لہٰذا آپ ﷺ نے اس کے سوال سے مشابہ ایک دوسری چیز کا ذکر کیا، اور آپ ﷺ نے حکم کے ساتھ اس کا تعلق قائم کیا کہ جس کے متعلق اس نے سوال کیا تھا۔ لہٰذا حکم کا وصف سے تعلق قائم ہو گیا اور یہاں وصف 'قرض' ہے، کہ قرض کا ذکر بے کار نہیں اور اس کی اہمیت ہونا لازمی ہے۔ اور چونکہ نبی ﷺ نے اس وصف کا ذکر کیا اور اس پر حکم کو منحصر کیا، اس سے علت کا پتہ چلتا ہے ورنہ اس کا ذکر بے کار تھا"۔۔۔ اختتام

آپ دیکھ سکتے ہیں کہ اس عبارت میں آپ کے سوال کا جواب موجود ہے، جس سوال میں آپ نے کہا: "اگر اس کا جواب نفی میں ہے تو پھر اس جملے میں کیا فائدہ ہے کہ 'یہاں علت (مقدار کی) کمی ہے'؟"۔۔۔ تحقیق سے مندرجہ ذیل میں پکی کھجوروں کے خشک ہونے سے کمی کو بیان کرنے کے فائدے کا پتا چلتا ہے: لہٰذا جواب میں کمی کے وصف کے ساتھ حکم کو جوڑنا کہ رطب خشک ہو کر کم ہو جاتی ہیں، بے کار نہیں، بلکہ اس کی اہمیت لازم ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے جواب " فلا إذنَ" میں کھجوروں کی فروخت کے متعلق جواب کا حرف 'ف' کے ساتھ تعلق علت کی شکلوں میں سے ایک شکل ہے۔ اس تعلق سے معلوم ہوتا ہے کہ رطب کھجور کے بیچنے کی ممانعت کے لیے کمی ایک علت ہے، جو کہ حکم کو حرف 'فَ' کے ساتھ جوڑنے اور لفظ " إذن" سے اس کے تعلق سے پیدا ہوتی ہے، اس مثال میں وصف سوال کے اندر موجود ہے۔ لہٰذا یہاں فائدہ علت کی موجودگی ہے یعنی کمی کے ذکر سے ہی پکی کھجوروں کو خشک کھجوروں سے تجارت کرنے کی ممانعت کی علت کا پتہ چلتا ہے۔ لہٰذا آپ کا یہ سوال بے فائدہ ہے: "اس جملے میں کیا فائدہ ہے کہ 'علت (مقدار کی) کمی ہے'؟" یہ سوال ایک غلط فہمی ہے۔ بلکہ جیسے تحقیق سے پتہ چلا کہ کمی کے ذکر کا کیا فائدہ ہے۔ حکم کو کمی کے وصف کے ساتھ جوڑنا ہی دراصل فائدہ ہے، یعنی، یہ ہے کہ کمی وہ علت ہے کہ جس کی وجہ سے خشک کھجوروں کے بدلے پکی کھجوروں کی فروخت منع ہے، ورنہ کمی کا ذکر کرنے میں کوئی فائدہ نہیں۔۔۔ یہاں فائدہ کھجوروں کی فروخت سے روکنے کے لیے علت کو بیان کرنا ہے۔

"نبی ﷺ سے پکی ہوئی کھجوروں (رطب) کے بدلے خشک کھجوروں (تمر) کی تجارت کے بارے میں پوچھا گیا، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا رطب خشک ہو جانے کے بعد وزن میں کم ہو جاتی ہے؟ جب انھوں نے اثبات میں جواب دیا، تو آپ ﷺ نے کہا: پھر نہیں"۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کمی کو پورا کرنا کیوں درست نہیں، جیسے آپ کے سوال میں ذکر ہے: "اگر ہمیں کمی کی مقدار معلوم ہو اور اس کو پورا کر دیا جائے تو کیا یہ تجارت جائز ہو گی؟" بالفاظ دیگر، اگر آپ 1 کلو پکی کھجوریں، 1 کلو خشک کھجوروں کے بدلے خریدیں اور پھر پکی کھجوروں کے کلو پر اتنا اضافی لیں جتنا دونوں کے وزن میں فرق ہے۔ مثلاً جب پکی کھجوریں خشک ہو کر 100 گرام کم ہو جائیں اور آپ 1 کلو خشک کھجوروں کو 1.1 کلو پکی کھجوروں کے بدلے فروخت کریں۔ یہ جائز نہیں کیونکہ کھجور ان چھ اصناف میں سے ایک ہے جس کا غیر برابر بدل سود ہے۔ اگر اس کا اسی کی جنس کے بدلے لین دین کیا جائے، تو اس کے پیسے لینے کی اجازت نہیں یعنی ایک ہی جنس کی دو چیزوں کے درمیان معیار یا خصوصیت کے فرق کی وجہ سے۔ یہ کھجوروں کے سود کے لیے بیان کردہ چھ اصناف میں سے ایک صنف ہونے کی بنا پر جائز نہیں۔ آپ خشک کھجور ایک قیمت پر فروخت کریں، پھر اس قیمت سے پکی کھجوریں خریدیں۔ اس کی دلیل یہ ہے: أخرج البخاري في صحيحه عَنْ يَحْيَى قَالَ سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَبْدِ الْغَافِرِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: «جَاءَ بِلَالٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِتَمْرٍ بَرْنِيٍّ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ أَيْنَ هَذَا قَالَ بِلَالٌ كَانَ عِنْدَنَا تَمْرٌ رَدِيٌّ فَبِعْتُ مِنْهُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ لِنُطْعِمَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ عِنْدَ ذَلِكَ أَوَّهْ أَوَّهْ عَيْنُ الرِّبَا عَيْنُ الرِّبَا لَا تَفْعَلْ وَلَكِنْ إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَشْتَرِيَ فَبِعْ التَّمْرَ بِبَيْعٍ آخَرَ ثُمَّ اشْتَرِهِ»

بقیہ صفحہ 22 پر

سوال وجواب: ایران ایٹمی معاہدے سے ٹرمپ کی دست برداری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال: ہم سب جانتے ہیں کہ امریکہ اداروں پر قائم ایک ریاست ہے اور بین الاقوامی سیاست میں امریکہ کا کردار و خاکہ امریکی صدر کے بجائے ان اداروں کے ذریعہ ہی طے کیا جاتا ہے لہٰذا ہم اس بات کو کیسے دیکھیں کہ امریکہ نے ایک طرف تو ایران کے ساتھ ایٹمی معاہدہ کیا تھا اور اس کو اپنی فتح قرار دیا تھا اور اب ٹرمپ اس معاہدے سے دست بردار ہو گیا ہے اور اس کو فتح قرار دے رہا ہے؟ براہ کرم وضاحت کریں، آپ کا بے حد شکریہ!

جواب: ہاں یہ بات بالکل صحیح ہے کہ بین الاقوامی سیاست میں امریکہ کا کردار و خاکہ وہاں کے اداروں کے ذریعہ ہی طے کیا جاتا ہے اور امریکی صدر ذاتی طور پر اس کو طے نہیں کرتا ہے حالانکہ فیصلے کو ظاہر کرنے میں صدر کا انداز نمایاں ہوتا ہے البتہ اس سوال میں یہ پوچھا نہیں گیا کہ کون سی بنیاد ہے جس پر یہ رہنمائی وہدایات قائم ہوتی ہیں اور جس سے اس سوال کا جواب بھی مل جاتا ہے۔ ان ریاستی اداروں کی بنیاد امریکی مفادات ہوتے ہیں۔ کسی ایک صورت حال میں کوئی معاہدہ درکار ہو تو ادارے اس کی منظوری دیتے ہیں اور صدر بھی اس کی منظوری دیتا ہے اور اگر امریکی مفادات معاہدے کے حق میں نہ ہوں تو یہ ادارے معاہدے سے دست برداری کو منظور کرتے ہیں اور صدر بھی اس دست برداری کو منظور کرتا ہے۔

1۔ مثال کے طور پر امریکی ایجنٹ بشار کے جابرانہ اقتدار کو برقرار رکھنے کی خاطر ایران، امریکہ کے لئے نہایت اہم تھا جب تک امریکہ کو بشار کا متبادل نہ ملے۔ امریکہ کو جب شام کی عوامی تحریک سے ایک بڑا خطرہ محسوس ہوا جنہوں نے اسلام اور اسلامی حکومت کا نعرہ لگایا تھا تو اس کو یہ خوف لاحق ہوا تھا کہ اس ظالم وجابر کا اقتدار ختم ہو جائے گا اور ملک شام میں اسلام کی حکومت آجائے گی اور اس طرح خطے سے امریکی اثر و نفوذ ختم ہو جائے گا خاص طور پر جب اس عوامی تحریک میں 2015 میں مزید اضافہ ہوا اور یہ ہر جگہ پھیل گئی۔

ہاں یہ بات بالکل صحیح ہے کہ بین الاقوامی سیاست میں امریکہ کا کردار و خاکہ وہاں کے اداروں کے ذریعہ ہی طے کیا جاتا ہے اور امریکی صدر ذاتی طور پر اس کو طے نہیں کرتا ہے حالانکہ فیصلے کو ظاہر کرنے میں صدر کا انداز نمایاں ہوتا ہے۔

امریکی ریاستی اداروں کی بنیاد امریکی مفادات ہوتے ہیں۔ کسی ایک صورت حال میں کوئی معاہدہ درکار ہو تو ادارے اس کی منظوری دیتے ہیں اور صدر بھی اس کی منظوری دیتا ہے اور اگر امریکی مفادات معاہدے کے حق میں نہ ہوں تو یہ ادارے معاہدے سے دست برداری کو منظور کرتے ہیں اور صدر بھی اس دست برداری کو منظور کرتا ہے۔

چنانچہ ایسے حالات میں امریکہ چاہتا تھا کہ یہاں پر ایران نمایاں کردار ادا کرے اور اس لیے ایران پر عائد پابندیاں ہٹائیں جائیں تاکہ وہ امریکہ کی جانب سے اس عطا کردہ کردار کو بخوبی ادا کر سکے۔ چنانچہ اس ایٹمی معاہدے پر دستخط کرنا امریکی مفاد میں تھا تاکہ ایران کے سامنے موجود رکاوٹوں اور دشواریوں کو دور کیا جائے۔

یہ معاہدہ بہر حال ایران کو ذلیل کرنے والا تھا جیسا کہ 14 جولائی 2015 کو معاہدے پر دستخط کے بعد ٹی وی پر نشر کی گئی سابقہ امریکی صدر باراک اوبامہ کی تقریر سے بھی اس تذلیل کی تصدیق ہوتی ہے جب اس نے کہا کہ:

۔اس معاہدہ کے ذریعہ ایران کے لئے ایٹمی ہتھیار بنانے کے ہر راستے کو بند کر دیا گیا ہے۔۔اور یہ معاہدہ ایران کو اس کے دو تہائی نصب شدہ سینٹری فیوج ہٹانے اور بین الاقوامی نگرانی میں ان کو محفوظ کرنے کا پابند کرتا ہے۔

۔اس کو اس کے افزودہ یورینیم کے 98 فیصد حصے سے دست بردار کراتا ہے۔

۔ایران قبول کرتا ہے کہ اگر معاہدے کی خلاف ورزی ہوئی تو پابندیاں فوری دوبارہ نافذ کر دی جائیں۔

۔ایران بین الاقوامی ایٹمی انرجی ایجنسی **(IAEA)** کو ہمیشہ کے لئے مستقل رسائی عطاء کرے گا جہاں بھی اور جب بھی درکار ہو جائے **(BBC 14/7/2015)**

20 جولائی 2015 کو اقوام متحدہ کی سیکیوریٹی کونسل کے ذریعہ اس معاہدے کی منظوری کے بعد ہم نے **22 جولائی 2015** کو ایک سوال کے جواب میں ایران کے ساتھ امریکی ایٹمی معاہدے کے اغراض کی وضاحت یوں کی تھی:

"ان سب سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس معاہدے کے پیچھے امریکہ کا مقصد ایران پر سے پابندیاں ہٹا کر اور اس کے ساتھ کھلے تعلقات قائم کر کے ایران کے کام میں آسانی پیدا کرنا تھا تاکہ وہ اپنے لیے تجویز کردہ کردار کو باآسانی انجام دے سکے جو امریکہ کے کام کو آسان کرے اور اس کا کچھ بوجھ ہلکا کرے اور خطے کے لوگوں

اور ریاستوں کے ساتھ اپنے خفیہ کھیل کو پوشیدہ رکھنے کا سامان تیار کر سکے۔لہٰذا ایران خطے میں امریکہ کی پالیسی پر عملی طور پر کام کرتا رہے گا جیسا کہ عراق، ملک شام اور یمن میں ایران کا معاملہ ہے البتہ معاہدے سے قبل ایرانی ہاتھ کو پوشیدہ رکھا جاتا تھا اس کے برخلاف اب کسی پردہ کی آڑ لئے بغیر یا شفاف پردوں کے پیچھے سے ایران اس پر کام کرے گا"۔

بلاشبہ ایران نے یمن ، شام، عراق ان ممالک میں امریکہ کی خاطر نہایت مجرمانہ گھناؤنا کردار ادا کیا ہے اور اپنے کالے کرتوتوں کو عوامی دائرے میں مزاحمت اور فرقہ وارانہ منافرت کے اپنے جعلی جھوٹے نعروں کے پیچھے جاکر کھلے طور پر انجام دیا ہے۔

یوں یہ معاہدہ طے کرنا امریکی مفادات کے حق میں تھا تاکہ ایرانی معیشت بحال ہو جس کے ذریعہ وہ خطے میں امریکی منصوبے کو نافذ کرنے میں سرگرم کردار ادا کرنے کے قابل ہو سکے اور اس یقین دہانی کے ذریعہ کہ اس کے خلاف عائد معاشی پابندیاں ہٹالی جائیں گیں بالخصوص جب ملک شام کی بے قابو ہوتی صورت حال میں جابر بشار لاسد کے اقتدار کے کمزور ہونے کے ساتھ امریکی نفوذ کا خاتمہ نظر آرہا تھا اور اس کی خاطر ایران سے یہ کردار درکار تھا کہ وہ بشار کے دفاع میں کھڑا ہو اور اس کے لئے اس پر عائد معاشی پابندیاں ہٹائے جانے کا اس کو یقین دلایا جائے۔سال 2015 میں بشار کی صورت حال نہایت نازک تھی اور اس کا اقتدار تقریباً ختم ہونے پر تھا لہٰذا امریکہ نے ایران کے ساتھ 14 جولائی 2015 کو ایٹمی معاہدہ کیا تاکہ ملک شام میں اس کا کردار متعارف کرایا جائے، اور نہ صرف ایران کو بلکہ اوبامہ نے 30 ستمبر 2015 کو پوٹن کے ساتھ ملاقات کرکے روسی افواج کو بھی ملک شام میں مدعو کیا اور روس کو پوری اجازت دی گئی کہ اس وقت تک کسی بھی طرح بشار کے اقتدار کو گرنے سے بچایا جائے جب تک کوئی دوسرا متبادل امریکی ایجنٹ تیار نہیں ہو جاتا۔2۔ البتہ اب صورت حال کے متعلق امریکہ کا نقطہ نظر تبدیل ہو چکا ہے بالخصوص آج جب ملک شام کے حالات پر بشار غالب ہے۔اس بات نے ٹرمپ انتظامیہ کو مزید ایک اور نقطہ نظر دیا ہے خصوصاً جب امریکہ کو عراق اور ملک شام میں آزادی کا مطالبہ کرتی ہوئی عوام کے خلاف براہ راست یا بالواسطہ جو پیش رفت ہاتھ آئی ہے تو اس کے بعد ایران کو کسی براہ راست مزید کوئی کردار دینے کی ضرورت باقی نہیں رہی ہے۔ جیسا کہ صورت حال اب بدل چکی ہے اور یہ اوبامہ کے آخری دور سے شروع ہوئی تھی جب اس نے سعودی عرب اور ترکی کو براہ راست کردار عطاء کیا تھا۔ ان دونوں ممالک کی سازشیں شامی انقلاب کے خلاف

> ترکی اور سعودی اقتدار نے پر فریب ہتھکنڈوں کے ذریعہ بشار اقتدار کے لئے فتح حاصل کرلی یوں ایران اپنے کردار کو نبھانے میں کافی پیچھے رہ گیا جو وہ سعودی عرب اور ترکی سے قبل صورت حال کو سنبھالنے کی خاطر فطری طور پر تنہاء انجام دیتا چلا آرہا تھا

روس وایران اور اس کی پارٹی (حزب اللہ) اور شامی اقتدار کے ہتھیاروں اور ہتھکنڈوں سے زیادہ خطرناک ثابت ہوئیں جنہوں نے صرف شامی انقلاب کو کمزور کرنے کی کوشش کی تھی لیکن ترکی اور سعودی اقتدار نے پر فریب ہتھکنڈوں کے ذریعہ بشار اقتدار کے لئے فتح حاصل کرلی یوں ایران اپنے کردار کو نبھانے میں کافی پیچھے رہ گیا جو وہ سعودی عرب اور ترکی سے قبل صورت حال کو سنبھالنے کی خاطر فطری طور پر تنہاء انجام دیتا چلا آرہا تھا۔۔۔ چنانچہ امریکہ نے اب ایران کے کردار کو قائدانہ کردار کی بجائے اضافی کردار میں تبدیل کرنے کا فیصلہ کیا اور یہ بات قازقستان کے شہر آستانہ میں ہونے والے معاہدات سے ظاہر ہو جاتی ہے۔اس طرح امریکہ تشدد کی روک تھام کے جواز کے پیچھے چھپ کر شامی انقلاب کو روکنے میں کامیاب ہو گیا اور یہ ان بنیادی وجوہات میں سے ایک وجہ ہے جو ایران کے ساتھ ایٹمی معاہدے سے دست برداری کے امریکی اعلان کے پس پشت کارفرما ہے جس میں اس نئی قائم ہونے والی صورت حال میں امریکی مفاد کی خاطر معاہدے سے دست برداری درکار ہے۔

ان نئے حالات میں امریکہ کو اب خطے میں ایران کے کردار کو گھٹانا ہے اور اس کے لئے درکار تھا کہ معاہدے کے ذریعہ ایران کے فائدہ کو ٹرمپ بڑھا چڑھا کر دکھائے تاکہ بتا سکے کہ وہ اس معاہدے سے کیوں دستبردار ہونا چاہتا ہے کیونکہ اس کے دعوی کے مطابق یہ ایران کو ایٹمی ہتھیار حاصل کرنے میں مدد کرتا ہے۔

اس لیے 8 مئی 2018 کو تقریر کے ذریعہ ٹرمپ نے ایران کے ساتھ ایٹمی معاہدے سے دست برداری کا اعلان کرتے ہوئے دعوی کیا کہ "اگر میں اس معاہدے کو جاری رکھنے کی اجازت دوں تو مشرق وسطیٰ میں بہت جلد ایٹمی ہتھیاروں کی دوڑ شروع ہو جائے گی اور ایرانی اقتدار کی تمام حرکتوں سے زیادہ خطرناک حرکت ایٹمی ہتھیار حاصل کرنے کی کوشش ہے"۔ مزید اس نے کہا کہ " نظری طور پر نام نہاد ایرانی معاہدہ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو تحفظ فراہم کرنے والا تھا لیکن اصل میں معاہدے کی رُو سے ایران کو یورینیم افزودہ کرنے کی اجازت حاصل تھی"۔مزید اس نے کہا: "ظاہر ہے ایرانی رہنما یہ کہیں گے کہ انہوں نے معاہدے پر نئے مذاکرات کی پیش کش کو مسترد کردیا ہے، اور جب وہ ایسا کریں گے تو میں طاقت اور تیاری رکھتا ہوں" اور کہا کہ: "ہم نے دنیا بھر میں اپنے اتحادیوں اور شراکت داروں کے ساتھ بات چیت کی ہے اور اس کے بعد مجھ پر واضح ہو گیا ہے کہ ہم ایران کو ایٹم بم بنانے سے نہیں روک سکتے، چنانچہ میں آج ہی یہ اعلان کرتا ہوں کہ امریکہ اس ایرانی ایٹمی معاہدے سے دست بردار ہو گا اس معاہدے میں کچھ نہیں ہے جو

ایران کو تباہی کے اس عمل سے روکے۔۔۔میں چند لمحوں میں صدارتی میمورنڈم پر دستخط کردوں گا تاکہ ایرانی اقتدار پر امریکی ایٹمی پابندیوں کو عائد کرنا شروع کردیا جائے"۔اور پھر ٹرمپ نے صدارتی میمورنڈم پر دستخط کئے اور کہا: "معاہدے سے متعلق مذاکرات اچھی طرح سے نہیں کئے گئے تھے اور معاہدہ میں بنیادی خرابی تھی اور معاہدے کی میعاد سے متعلق شقیں مکمل طور پر ناقابل قبول ہیں اور جب ہم ایران ایٹمی معاہدے سے باہر نکل رہے ہیں تو ہم اتحادیوں کے ساتھ مل کر ایرانی ایٹمی خطرے سے متعلق حقیقی مستقل اور جامع حل تلاش کریں گے۔۔اس معاہدے کی وجہ سے ہی یہ بدترین حکومت برسر اقتدار ہے اور یہ زبردست دہشت گردی کا اقتدار ہے۔۔کئی بلین ڈالر کی مالیت کا"

(Sputnik, Al-Jazeera -8/5/2018)

یہاں یہ بات پوری طرح واضح ہے کہ ٹرمپ نے جھوٹ پر مبنی بیانات دیئے اور ایران کی صلاحیت کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا تاکہ حقیقی وجہ بیان کئے بغیر ایران ایٹمی معاہدے سے دست بردار ہونے کا جواز لا سکے۔ حقیقی وجہ یہ ہے کہ آج امریکی مفاد کو درکار ہے کہ ایران کو کم تر کردار دیا جائے اور خطے میں اس کا کردار گھٹایا جائے لیکن اسے تیار رہنا ہے کہ وہ امریکی پالیسی کی ضرورت کے مطابق عمل درآمد کرتا رہے۔یہ وہ چیز ہے جو امریکی پالیسی میں کئی بار دوہرائی جاتی ہے،یعنی امریکہ اپنے مفاد کے مطابق اپنی پالیسی کو تبدیل کرلیتا ہے جیسا کہ روس کے ساتھ بھی ہوا جب **30 ستمبر 2015** کو اوبامہ کی روس کے صدر پوٹن کے ساتھ ملاقات ہوئی اور اس نے ملکِ شام کے مشن میں ایران کی مدد کے لئے روس کو داخل ہونے کے لئے طلب کیا تھا تاکہ بشار کا اقتدار باقی بچا رہے۔اس کردار کے تحت امریکہ نے ملک شام میں روس کو داخل ہونے اور فوجی مستعدی کا مظاہرہ کرنے کی اجازت دی تھی۔ لیکن جب روس نے اس کردار کا استعمال خود اپنے مفاد کے لئے کیا تاکہ خود کو امریکہ سے الگ آزادانہ کارروائی کرنے والا ظاہر کرے تو امریکہ کے مفاد میں اب یہ ضروری تھا کہ روس کو ایسا سبق سکھائے تاکہ وہ اپنی حد جان لے اور اسی لئے روس پر ملک شام میں بمباری کی گئی تھی۔جیسا کہ ہم نے اس سے قبل 14 اپریل 2018 کو ایک سوال کے جواب بتایا تھا کہ "امریکی حملہ روس کے لئے ایک سبق تھا بجائے یہ کہ شامی کیمیائی ہتھیاروں پر کیا گیا کوئی حملہ تھا، آج علی الصبح تقریباً دس مختلف مقامات پر حملے کئے گئے،البتہ آج صبح میڈیا میں چند ملٹری آفیسرز کے تبصروں کے مطابق ان میں سے کچھ مقامات ہی بشار کے کیمیائی ہتھیار کے مراکز یا ریسرچ سنٹر تھے اور ان کی اکثریت فوجی مقامات تھے"۔اس طرح یہ معلوم بات ہے کہ امریکی پالیسی کس طرح اس کے مفادات کے ساتھ تبدیل ہو جاتی ہے۔

> ٹرمپ نے جھوٹ پر مبنی بیانات دیئے اور ایران کی صلاحیت کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا تاکہ حقیقی وجہ بیان کئے بغیر ایران ایٹمی معاہدے سے دست بردار ہونے کا جواز لاسکے۔ حقیقی وجہ یہ ہے کہ آج امریکی مفاد کو درکار ہے کہ ایران کو کم تر کردار دیا جائے اور خطے میں اس کا کردار گھٹایا جائے لیکن اسے تیار رہنا ہے کہ وہ امریکی پالیسی کی ضرورت کے مطابق عمل درآمد کرتا رہے۔یہ وہ چیز ہے جو امریکی پالیسی میں کئی بار دوہرائی جاتی ہے،یعنی امریکہ اپنے مفاد کے مطابق اپنی پالیسی کو تبدیل کرلیتا ہے

3۔ امریکی مفاد کو مزید جو ایک چیز خاطر درکار تھی وہ یہ کہ امریکہ چاہتا تھا کہ فلسطین اور القدس پر یہودی قبضے اور جرائم سے توجہ ہٹ جائے اور طویل عرصے سے امریکہ اپنا سفارت خانہ القدس یعنی یروشلم میں منتقل کرنا چاہتا تھا البتہ وہ موجودہ دوریاستی حل کے نفاذ اور یروشلم کی تقسیم کی خاطر رکا ہوا تھا اور اسی لیے اب تک سفارت خانے کی منتقلی کو ملتوی کرتا آرہا تھا۔ لیکن اب امریکہ دوریاستی حل کی بجائے چند ترمیمات وافعال کے ذریعہ دوسرا حل پیش کرکے فلسطین کا ایک مختلف سیاسی حل دیکھتا ہے جس کو وہ صدی کا سب سے بڑا معاہدہ قرار دیتا ہے۔اس مقصد کے حصول کے لئے درکار تھا کہ امریکہ کی جانب سے طے شدہ عمل یعنی سفارت خانے کو القدس منتقل کرنے پر عمل درآمد کرنا شروع کردے اور اس پر موجود سنسنی اور کشیدگی کو کم کرنے کی کوشش کرے۔ چنانچہ اس کے لئے اس نے ایران پر اپنی توجہ مرکوز کی اور اس کے کردار کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا اور یہ کام "رُوَيبضة" حاکموں کے ساتھ 21 مئی 2017 کو ٹرمپ کی ایک کانفرنس میں کیا گیا جب ٹرمپ نے 55 اسلامی ملکوں کے سربراہوں اور نمائندوں کو طلب کرکے ان سے خطاب کیا تاکہ ارضِ فلسطین پر قائم یہودی وجود اور سعودی و دیگر حکومتوں کے مابین مصالحت کے معاہدات پر دستخط کروائے یعنی یہودی وجود کے ساتھ ان کے تعلقات کو قائم کروایا جائے اور فلسطین کے ایک ایسے حل کی جانب قدم بڑھائے جس کے متعلق ابھی تک امریکہ نے اعلان نہیں کیا ہے۔سعودی حکومت اس امریکی حل کو فروغ دینے کی کوشش کررہی ہے اور فلسطینی اتھارٹی پر دباؤ ڈال رہی ہے کہ وہ اس حل کو قبول کرلے یعنی امریکہ یہودی وجود جس نے فلسطین اور اسراء ومعراج کی سرزمین پر غاصبانہ قبضہ کیا ہوا ہے اس پر سے دھیان ہٹا کر ایران کو توجہ کا مرکز بنانا چاہتا ہے۔ چنانچہ اس پر سعودی عرب نے ٹرمپ کی اطاعت

وتابعداری اختیار کی اوراس کی حمایت کرکے اس حل کو فروغ دینے کی کوشش کررہاہے۔اس لیے امریکہ کے مفاد میں ہے کہ ایٹمی معاہدے کے موضوع کو خوب بھڑکائے اور ایران کو بڑھا چڑھا کر دکھائے گویا یہ دکھلائے کہ ایٹمی معاہدہ ایران کی ہزیمت و بے عزتی نہیں تھی بلکہ اس معاہدے کی وجہ سے ایران طاقتور بن رہا تھا۔جہاں تک معاہدے کی بات ہے تو معاہدے میں جو کچھ شامل تھا تو امریکہ کی طرف سے ایران کو ذلیل کرنے والا اس سے زیادہ کوئی دوسرا معاہدہ نہیں ہو سکتا تھا۔

اس بات کو نوٹ کیا گیا کہ امریکہ یہودی وجود کی بجائے ایران کو خطے کا دشمن بنا کر پیش کرنے کی کوشش کررہا ہے۔ مثال کے طور پر حالیہ دنوں میں جب ایران کے اندر حکومت مخالف مظاہرے ہوئے تھے تو امریکہ نے مظاہروں پر اپنی پوری توجہ مرکوز کی تھی اور مظاہرین کی تحریک کو استعمال کیا۔ یہاں غور طلب یہ بات ہے کہ خطہ میں ایران کا کردار امریکہ کی جانب سے پوری احتیاط و توجہ سے تیار کی گئی ایک تفصیلی امریکی پالیسی ہے اور امریکہ کا ایران میں مظاہرین کی تحریک میں شامل ہونے اور استعمال کرنے کا مقصد ایران کے اقتدار کو تبدیل کرنا نہیں تھا بلکہ اس کے دیگر اغراض ومقاصد تھے جن کو ہم نے 11 جنوری 2018 میں ایک سوال کے جواب میں یوں بیان کیا تھا:

"تو پھر امریکہ کیوں ان مظاہروں کا فائدہ اٹھا رہا ہے اور اس کو کس لیے استعمال کررہا ہے؟ تو یہ دو مقاصد کے لئے اہم ہے:

پہلا مقصد تو فلسطین اور القدس (یروشلم) کے متعلق ٹرمپ کے دیئے گئے بیانات سے دھیان ہٹانے کی خاطر اور خطے کو ایران سے متعلق مصروف و بے چین رکھنا ہے تاکہ ایران ہی خطے کے دیگر ممالک کو اپنا سب سے بڑا دشمن نظر آئے اور اس طرح خطے میں سب کی توجہ ایران پر لگی رہے اور یہودی ریاست سے توجہ اگر پوری طرح نہ ہٹے تو کم از کم اس پر کم توجہ جائے جو کہ فلسطین کا غاصب ہے۔

دوسرا مقصد یہ کہ خطے میں امریکہ کے ایجنٹوں کو اس دھوکے کے ذریعے بچانا ہے کہ وہ خطے میں ایران کے خطرے کے خلاف کھڑے ہیں اور امریکہ کو ایران کے خطرات سے بچا رہے ہیں۔

> امریکہ یہودی وجود جس نے فلسطین اور اسراء و معراج کی سرزمین پر غاصبانہ قبضہ کیا ہوا ہے اس پر سے دھیان ہٹا کر ایران کو توجہ کا مرکز بنانا چاہتا ہے۔چنانچہ اس پر سعودی عرب نے ٹرمپ کی اطاعت وتابعداری اختیار کی اور اس کی حمایت کرکے اس حل کو فروغ دینے کی کوشش کررہاہے۔اس لیے امریکہ کے مفاد میں ہے کہ ایٹمی معاہدے کے موضوع کو خوب بھڑکائے اور ایران کو بڑھا چڑھا کر دکھائے اس طرح امریکہ یہودی وجود کے بجائے ایران کو خطے کا دشمن بنا کر پیش کرنے کی کوشش کررہاہے۔

جیسا کہ ہم نے 7 دسمبر 2017 کو اپنے پمفلٹ میں بیان کیا تھا کہ ٹرمپ کی جانب سے القدس کے متعلق دیے گئے بیانات اور یہ کہ وہ یہودی ریاست کا دارالحکومت ہے امریکہ کی جانب سے اپنے پٹھوؤں کے منہ پر ایک زوردار تمانچہ تھا، ہم نے کہا تھا:

"القدس (یروشلم) مسلمانوں کے دلوں اور دماغوں میں بسا ہوا ہے اور ٹرمپ کے بیانات پر ان امریکی ایجنٹوں کی خاموشی اور امریکہ کے لئے اطمینان بخش ایجنٹ بنے رہنے پر اصرار ان کے لیے بڑا مسئلہ بنا ہوا ہے۔۔۔ایران کے خلاف ٹرمپ کا بیان ان ایجنٹوں کے کردار کو سہارا عطا کرتا ہے جس کا سہارا لے کر وہ ٹرمپ کے القدس کے متعلق بیانات آنے کے باوجود اسے اپنے امریکی ایجنٹ بنے رہنے کے لیے عذر کے طور پر پیش کریں۔۔۔یہ کہہ کر کہ ٹرمپ ایران کے خلاف کھڑا ہے جو کہ ہمارا کٹر دشمن ہے۔اس (مشترکہ خطرے) کو اپنی امریکی ایجنٹی کے لیے عذر بنانا جرم کرنے سے زیادہ خطرناک ہے ﴿قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّى يُؤْفَكُونَ﴾ اللہ انہیں غارت کرے، یہ کس دھوکہ میں مبتلاء ہیں (المنافقون:4)"۔

4۔ایران کے ساتھ ایٹمی معاہدہ کرنے میں امریکہ کا کلیدی کردار تھا اور یورپ نے معاہدے کی امریکی کاپی کو منظور کرکے صرف اس پر دستخط کرکے دستخطی فریق بنا قبول کیا تھا یعنی یورپ نے امریکہ کے سامنے خود سپردگی کے ساتھ اس معاہدے کو تسلیم کیا تھا تاکہ اس کا بین الاقوامی وجود اہم بنا رہے! اور ہم نے ایٹمی معاہدے کے دوران یورپ کی پوزیشن کو 22 جولائی 2015 کو ایک سوال کے جواب میں یوں بیان کیا تھا:

"۔۔۔یورپ کے سامنے اور کوئی چارہ نہیں تھا جب ان کو یہ سمجھ آچکا تھا کہ وہ ایران کے اس امریکی ایٹمی معاہدے کو روک نہیں سکتے ہیں یا امریکی نفوذ پر کسی بھی طرح اثرانداز نہیں ہو سکتے ہیں سوائے اس کہ ایران کی جانب بڑھیں اور اس کے اندر سرمایہ کاری اور منصوبوں کو بطور مال غنیمت حاصل کریں کیونکہ جرمنی مالی رکاوٹوں کا شکار ہے اور اس معاہدے کے ذریعے ایران میں لمبے عرصے کام کرنا ممکن ہو سکتا ہے تاکہ

دوبارہ وہاں یورپی اثر ونفوذ پیدا کر سکیں یا پھر امریکہ کے ہمراہ اپنے لیے کچھ اثر و نفوذ حاصل کر سکیں۔۔۔"

اس طرح یورپ نے معاہدے سے فائدہ اٹھا کر ایران کے ساتھ تجارتی تعلق قائم کر لیا چنانچہ ایران اور یورپ کے درمیان تجارتی توازن میں اضافہ ہوگیا۔ معاہدے سے قبل اور ایران پر پابندی کے دوران امریکہ کے ساتھ یورپی تجارت میں کمی آئی تھی اور یہ تیسری وجہ تھی جس کی وجہ سے ٹرمپ نے معاہدے کو توڑنے میں جلدی کی تاکہ بالخصوص تجارتی طور پر یورپ کو سبق سکھایا جاسکے۔ ٹرمپ نے 7 مئی کو ایک ٹویٹ کے ذریعہ اعلان کیا کہ اس نے ایران ایٹمی معاہدے کے متعلق بیان کے دن کو جلدی کرنے یعنی 12 مئی سے 8 مئی کرنے کا ارادہ کیا ہے۔

اس اقدام کے متعلق یہ بات قابل غور ہے کہ یہ قدم ایٹمی معاہدے سے دستبرداری سے باز رکھنے کی خاطر لئے جانے والے یورپی اقدامات کے پیش نظر لیا گیا۔ سائٹ العربی الجدید نے موقع اِکسیوس alalam.ir کے حوالہ سے بتایا کہ :"۔۔امریکی سیکریٹری خارجہ مائیک پامپو نے جمعہ 4 مئی 2018 کو اپنے یورپی ہم منصبوں فرانسیسی، برطانوی، جرمن وزرائے خارجہ کو امریکہ کے ایران ایٹمی معاہدے سے دست بردار ہونے کے ٹرمپ کے ارادے کے متعلق بتایا اور اس نے معاہدے کی ممکنہ ترمیم کے متعلق گذشتہ مہینوں کے دوران امریکی مذاکرات کاروں کی قائم ہوئی اتفاق رائے کو رد کر دیا"۔ امریکہ نے یورپ کے ساتھ اشتراک و تعاون منظور نہیں کیا اور نہ یورپ کی کوئی پرواہ کی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ چند باتوں کے لئے وہ یورپ کو سبق سکھانا چاہتا ہے اور ان کو خود سے دور کرنا چاہتا ہے اور اس موضوع پر ان سے کوئی اشتراک نہیں چاہتا ہے۔

5- یورپ سمجھ چکا ہے کہ معاہدے کو منسوخ کرنے سے اس کو زبردست تجارتی خسارہ ہوگا جو سیاسی طور پر بھی نقصان دہ ہوگا چنانچہ اس نے پوری کوشش کی کہ ٹرمپ کے ساتھ ملاقات کر کے اس کو معاہدہ سے دست بردار ہونے سے روکا جائے۔ فرانس کا صدر ماکرون امریکہ گیا اور اس نے امریکی صدر ٹرمپ کو معاہدے سے دست برداری سے باز رکھنے کے لئے متفق کرنے کی کوشش کی۔ اس کے بعد جرمنی کی چانسلر مرکل نے کوشش کی اور امریکہ کو رعایتیں دیں

امریکی سیکریٹری خارجہ مائیک پامپو نے جمعہ 4 مئی 2018 کو اپنے یورپی ہم منصبوں فرانسیسی، برطانوی، جرمن وزرائے خارجہ کو امریکہ کے ایران ایٹمی معاہدے سے دست بردار ہونے کے ٹرمپ کے ارادے کے متعلق بتایا اور اس نے معاہدے کی ممکنہ ترمیم کے متعلق گذشتہ مہینوں کے دوران امریکی مذاکرات کاروں کی قائم ہوئی اتفاق رائے کو رد کر دیا"۔ امریکہ نے یورپ کے ساتھ اشتراک و تعاون منظور نہیں کیا اور نہ یورپ کی کوئی پرواہ کی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ چند باتوں کے لئے وہ یورپ کو سبق سکھانا چاہتا ہے اور ان کو خود سے دور کرنا چاہتا ہے اور اس موضوع پر ان سے کوئی اشتراک نہیں چاہتا ہے۔

لیکن اس کو قبول نہیں کیا گیا۔ یوں یورپ کی کمزور پوزیشن کھل کر سامنے آگئی۔ اس کے بعد برطانیہ نے ماکرون اور مرکل سے رابطہ کیا اور ایرانی ایٹمی معاہدے کو مشترکہ طور پر از خود جاری رکھنے کا اعلان کیا۔ اس کے بعد برطانوی وزیر خارجہ جانسن نے امریکہ کے دورے پر جا کر وہاں سے یہ اعلان کیا کہ دنیا ایرانی ایٹمی معاہدے کی وجہ سے محفوظ تر ہے بجائے اس کہ جب سرے سے ایٹمی معاہدہ موجود ہی نہ تھا اور اس طرح اس معاملے پر برطانیہ کی تیز تر مزاحمت سامنے آئی اور ٹرمپ نے اپنے موقف کو ظاہر کرنے کی تاریخ 12 مئی سے گھٹا کر 8 مئی کر دی تاکہ یورپ مزید متحرک نہ ہو اور اپنے موقف کا اعلان کیا۔ اس طرح یورپ کو کوئی وقعت نہیں دی گئی کیونکہ امریکی اداروں کو معاہدے سے دست برداری کے اس اقدام میں امریکی مفاد کے لئے تین محرکات/عوامل نظر آئے تھے۔

6- امریکہ کی جانب سے ایٹمی معاہدے سے دستبرداری کے خلاف آنے والے رد عمل درج ذیل تھے:

الف: یورپ افسردہ ہے، اس پر پشیمانی اور بے چینی چھائی ہوئی ہے! جرمن چانسلر انجیلا مرکل نے بتایا کہ اس نے امریکہ کے 2015 کے اس تاریخی ایران ایٹمی معاہدے سے دست بردار ہونے کے امریکی صدر ٹرمپ کے فیصلہ کو انتہائی افسوس اور فکر مندی کے ساتھ نوٹ کیا ہے اور کہا کہ: "ہم اس معاہدے کے ساتھ پوری سنجیدگی سے وابستہ رہیں گے اور اپنے اختیار میں پوری کوشش کریں گے تاکہ ایران اس معاہدے پر کاربند رہے۔ جرمنی نے فرانس اور برطانیہ سے اشتراک کے ساتھ یہ فیصلہ کیا ہے"۔ اس نے مزید کہا کہ "حل مشترکہ بات چیت کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے" اور یہ کہ "یورپ کو خارجہ اور سیکیوریٹی پالیسی میں مزید ذمہ داریوں کو اٹھانا ہوگا" اور اس بات پر زور ڈالا کہ "جرمنی اپنے تمام تر اختیارات کے ذریعے یقینی بنائے گا کہ ایران ایٹمی معاہدے کے تحت خود پر عائد ہونے والی ذمہ داری کا پابند رہے اور بتایا کہ ایران اب تک اس پر پابند رہا ہے اور کہا کہ ایٹمی معاہدے پر سوال کھڑے کرنے کی بجائے بات چیت ہونی چاہیے تاکہ مزید وسیع تر معاہدے پر بات چیت ہو سکے جو معاہدے کی اصل شرائط کے علاوہ وسیع تر ہو سکے" **(Reuters, 9/5/2018)** .

یوں مرکل نے امریکہ کے تعلق سے یورپ کے ناکام ہونے اور اس کے ذریعے معاہدے سے دست برداری کے نتیجہ میں پڑنے والے اثرات پر مایوسی کا اعلان کیا۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا کہ یورپ نے امریکہ کے ساتھ اعلیٰ سطحی کوشش کی تاکہ ٹرمپ کو اس معاہدے سے دست بردار ہونے سے باز رکھے اور یہ بات رکھی کہ ایران کے ساتھ معاہدے پر دوبارہ نظر ثانی کی جائے لیکن اس نے ان کی بات کا جواب نہیں دیا بلکہ اس معاہدے کے متعلق اپنا موقف بتانے کی تاریخ کو گھٹا کر جلدی کرنے کا اعلان کر کے ان کو حیران کر دیا، اس طرح یورپ کی امریکہ کے سامنے کمزوری ظاہر ہو گئی۔

اس کے بعد مئی 2018 کے دوسرے ہفتے میں متضاد یورپی بیانات سامنے آئے جو امریکہ کی معاہدے سے دست برداری پر ان کی بے چینی اور مایوسی کو ظاہر کرتے تھے۔ایک طرف تو ایسے بیانات تھے جن سے امریکی فیصلے کو چیلنج کرنا ظاہر ہوتا تھا جیسا کہ یورپی یونین کے خارجہ سکریٹری Federica Mogherini کا یہ بیان: "میں بالخصوص آج رات ٹرمپ کے نئے بیان کے اعلان سے فکر مند ہوں "مزید کہا کہ "یورپی یونین اپنے سیکیوریٹی مفادات اور معاشی سرمایہ کاری کے مفادات کے تحفظ کی خاطر کاروائی کرنے کے لئے پر عزم ہے"۔۔"ہم اس ایٹمی معاہدے کو دیگر بین الاقوامی برادری کے اشتراک کے ساتھ برقرار اور جاری رکھیں گے"۔ٹرمپ کے بیانات کے رد عمل میں فرانسیسی وزیر خارجہ Jean-Yves Le Drian نے کہا کہ: "معاہدہ ختم نہیں ہوا۔فرانس، جرمنی اور برطانیہ بروز پیر (14/5/2018) ایک اجلاس منعقد کریں گے تاکہ تازہ ترین پیش رفت، ایران کے بیلسٹک میزائل پروگرام اور دیگر معاملات پر گفتگو کریں اور ساتھ ہی ایٹمی معاہدے کو جاری رکھیں گے اور زور دیا کہ بین الاقوامی توانائی کی کمیٹی (IAEA) کو چاہیے کہ ایران کے ذریعہ معاہدے کی شرطوں کا احترام کرنے کا اعتراف کرے" (Al-Jazeera 9/5/2018).

برطانیہ، فرانس اور جرمنی نے ایک مشترکہ بیان دیا جو ان کے متحدہ موقف کو ظاہر کرتا ہے: "مشترکہ طور پر ہم JCPOA کے حوالے سے اپنی ذمہ داری کو جاری رکھنے پر زور دیتے ہیں اور تمام فریقوں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ معاہدے کے مکمل نفاذ پر عمل درآمد کرتے رہیں اور اس ذمہ داری سے متعلق سنجیدہ کا مظاہرہ کریں، ساتھ ہی معاہدے کے تحت ایرانی عوام کے معاشی مفادات کے حصول کو بھی یقینی بنائیں" (Al-Jazeera 9/5/2018).

"واشنگٹن کا ایٹمی معاہدے سے دست بردار ہونے کا فیصلہ ہمارے موقف کو تبدیل نہیں کرتا ہے اور اس معاہدے سے دست بردار ہونے کا ہمارا ارادہ نہیں ہے"، برطانوی وزیر خارجہ جانسن نے اپنے ملک کی پارلیمنٹ سے کہا۔ "میں امریکہ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ ایسے عمل سے باز رہے جو معاہدے کے دیگر فریقوں کو معاہدے جاری رکھنے سے روکے اور مشترکہ حفاظتی مفاد کی خاطر درخواست کرتا ہوں " (Guardian 9/5/2018)، چنانچہ ان بیانات سے ایسا نظر آتا ہے کہ یورپ امریکی فیصلے کو چیلنج کرے گا اور معاہدے پر عمل جاری رہے گا۔

جبکہ دوسری جانب چند یورپی بیانات اس موقف سے پیچھے ہٹتے، نرمی اختیار کرنے اور اپنی کمپنیوں کے تعلق سے پر خوف نظر آئے۔

"واشنگٹن کا ایٹمی معاہدے سے دست بردار ہونے کا فیصلہ ہمارے موقف کو تبدیل نہیں کرتا ہے اور اس معاہدے سے دست بردار ہونے کا ہمارا ارادہ نہیں ہے"، برطانوی وزیر خارجہ جانسن نے اپنے ملک کی پارلیمنٹ سے کہا۔ "میں امریکہ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ ایسے عمل سے باز رہے جو معاہدے کے دیگر فریقوں کو معاہدے جاری رکھنے سے روکے اور مشترکہ حفاظتی مفاد کی خاطر درخواست کرتا ہوں " (Guardian 9/5/2018)، چنانچہ ان بیانات سے ایسا نظر آتا ہے کہ یورپ امریکی فیصلے کو چیلنج کرے گا اور معاہدے پر عمل جاری رہے گا۔

جبکہ دوسری جانب چند یورپی بیانات اس موقف سے پیچھے ہٹتے، نرمی اختیار کرنے اور اپنی کمپنیوں کے تعلق سے پر خوف نظر آئے۔ "ایٹمی معاہدے پر امریکہ کے بغیر پابند رہنا مشکل ہوگا" انجیلا مرکل کی پارٹی کے بین الاقوامی پالیسی کے سربراہ **Norbert Roitgen** نے بیان دیا۔ مزید اس نے کہا کہ جو کوئی بھی "ایران میں سرمایہ کاری کرے گا اس کو امریکہ کی سخت ترین پابندیوں کا سامنا کرنا پڑے گا جس کا ازالہ نہیں کیا جا سکے گا" اور اس نے یہ کہتے ہوئے خبردار کرنے کی کوشش کی کہ "چنانچہ جن کمپنیوں پر اس کا اثر پڑا ہے وہ شائد جلد ہی وہاں اپنی سرمایہ کاری بند کر دیں گی یا پھر اس ملک سے ہی پوری طرح نکل آئیں گی" **(Der Spiegel, Germany, 9/5/2018)**۔

فرانسیسی وزیر Jean-Yves Le Drian نے 9 مئی 2018 کو RTL چینل پر کہا کہ: "ایران نے اپنی ایٹمی سرگرمیوں کو روکنے کا فیصلہ اس معاشی مفاد کے عوض کیا تھا جس کو ہم یورپی تحفظ فراہم کریں گے اور اتھارٹی کچھ دنوں میں ایران میں موجود فرانسیسی کمپنیوں سے تعلق قائم کرے گی کہ ہم کس طرح ایران میں ان کے آپریشن میں مدد کر سکتے ہیں اور جس حد تک ممکن ہو امریکی کارروائیوں سے ان کو بچانے کی

کوشش کریں گے"۔ اس طرح یورپ نے اپنے معاشی مفادات کے مستقبل کے متعلق اپنی فکرمندی ظاہر کی۔

ب: ایرانی ردعمل اس کی بہ نسبت پر اطمینان تھا اور اس میں یورپ کی جانب جھکاؤ نہیں تھا۔ ایرانی صدر حسن روحانی نے ٹرمپ کے فیصلہ کو "نفسیاتی جنگ اور معاشی دباؤ" کا نام دیا اور کہا کہ "ہم ٹرمپ کو یہ نفسیاتی جنگ جیتنے اور ایرانی عوام پر معاشی دباؤ ڈالنے نہیں دیں گے" اور کہا کہ "اس کا ملک ایٹمی معاہدے پر امریکہ کے بغیر بھی کاربند ہے اگر چند ہفتوں میں اس کو یقین دہانی دلائی جائے کہ اس کو معاہدے کے تحت معاشی فائدے حاصل ہوتے رہیں گے اور اس کے لئے دیگر فریقوں سے ضمانت بھی ملے۔ اور ہم اپنے اتحادیوں اور ایٹمی معاہدے کے دیگر فریقوں سے بات چیت کرنے سے قبل چند ہفتوں تک انتظار کریں گے جن کے ساتھ ہماری گفتگو جاری ہے۔ یہ سارا معاملہ ہمارے مفادات کی ضمانت سے جڑا ہوا ہے اگر اس کا یقین دلایا جائے گا تو ہم معاہدے کے تحت پابند رہیں گے لیکن اگر معاہدہ صرف کاغذی رہ جائے گا اور اس سے ایرانی عوام کے مفادات کی ضمانت حاصل نہیں ہوگی تو ہمارے لئے راستہ صاف ہو جائے گا" (Iran's official television 9/5/2018)۔

ایرانی شوریٰ کونسل کے اسپیکر علی لاریجانی نے کہا: "یورپ اس سے قبل بھی امریکی دباؤ میں آچکا ہے جس کی وجہ سے اس سے قبل 2012 اور 2015 کے درمیان پابندی کے دوران وہاں کی اکثر کمپنیوں نے ایران سے اخراج کرلیا تھا۔ معاہدات کو جاری رکھنے کے ان کے بیانات پر ہم زیادہ پر اعتماد نہیں ہو سکتے البتہ چند ہفتوں کے مشاہدے کے بعد اس کو آزمایا جاسکتا ہے تاکہ دنیا کے سامنے واضح ہو جائے کہ ایران نے پوری کوشش کی تھی کہ ایک پرامن سیاسی حل نکل سکے" (Deutsche Welle, 9/5/2018)۔ اس طرح ایران کو یورپی موقف اور اس پر پابندی کے متعلق پورا اعتماد نہیں ہے اور اس کو اپنے مفادات کا خوف ہے اور اگر پابندیاں عائد کی گئیں تو اس کے مفادات کو نقصان پہنچے گا۔ **ج:** روس نے ٹرمپ مخالف اپنا موقف یورپی موقف کے ساتھ نہیں ملایا اور اپنے موقف کا تنہا اعلان کیا: **"روس کو ٹرمپ کے فیصلے نے بے حد مایوس کیا ہے۔۔۔ اس کو منسوخ کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے خاص طور پر ایک ایسا معاہدہ جو مکمل طور پر موثر تھا۔۔۔ اور ماسکو ایٹمی معاہدے کے دیگر فریقوں کے ساتھ اشتراک کرنے کی خاطر تیار ہے اور ایران کے ساتھ اپنے تعلقات کو ترقی دیتا رہے گا" (Al Jazeera 9/5/2018)** روسی وزیر خارجہ لاؤروف نے کہا۔

ٹرمپ نے اس معاہدے سے دست برداری اس لئے اختیار کی کیونکہ امریکہ کے مفادات کو آج تین عوامل درکار ہیں جن کا بیان اوپر گذر چکا ہے۔ الف: امریکہ کو ایران کے جس کردار کی ضرورت تھی بالخصوص جو اس نے 2015 میں ادا کیا، تھا اس کردار کی اب ضرورت نہیں رہی جیسی 2015 میں تھی۔

ب: ایران کے خلاف امریکی دشمنی کو بڑھا چڑھا کر ظاہر کرنا، بالخصوص سعودی عرب اور اسی کی طرح کے دیگر حکومتوں کے سامنے تاکہ ان کا اول دشمن یہودی وجود کی بجائے ایران ہو جائے۔

ج: یورپ کو سزا دینا، بالخصوص تجارتی طور پر کیونکہ یورپ نے اس معاہدے کے قائم ہونے کے موقع سے فائدہ اٹھایا اور ایران کے ساتھ تجارت بحال کی اور امریکہ کے ساتھ تجارتی تعلقات میں سردمہری دکھائی تھی۔

اور دیگر فریقوں یعنی یورپی فریق جنہوں نے روس سے تعلق قائم نہیں کیا اور انہوں نے آپس میں طے کیا اور اس کے بغیر ایران کے ساتھ گفتگو کرنے کا فیصلہ کیا۔ روس ان سے اشتراک کے تعلق سے احتیاط سے بات کرتا ہے، اس طرح روس کا معاملہ نازک ہے وہ اس معاملے میں امریکہ کے ہمراہ نہیں جاسکتا کیونکہ یہ ایران سے جڑے اس کے مفادات اور پالیسی کے خلاف ہے اور وہ یورپ کے ساتھ نہیں جاسکتا ہے جو روس کے ساتھ اپنے تعلقات خود کشیدہ کر رہے ہیں تاکہ روس ان کو سب سے الگ تھلگ کرنے میں امریکہ کا آلہ کار نہ بن سکے۔ د: جہاں تک چین کی پالیسی کا تعلق ہے تو چین کے مشرقِ وسطیٰ کے خصوصی سفیر Gong Xiaosheng نے کہا: "تمام فریق جو ایران کے ساتھ ایٹمی معاہدے میں شامل ہیں وہ لازمی طور پر اس کی پابندی کریں اور آپس کی بات چیت اور گفتگو کے ذریعہ مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کریں اور اس کا ملک تمام دستخط کرنے والے ممالک کے درمیان اشتراک بڑھانے کے لئے تعاون کرنے کو تیار ہے" (Xen-Kho 9/5/ 2018)۔ یہ ایک مبہم سا عوامی بیان ہے جس کے تحت چین یورپی ممالک کے ساتھ بھی کھڑا نہیں ہوا جو معاہدے سے دست برداری کے مخالف ہیں بلکہ اس نے اس بیان کے ذریعہ یورپی اور امریکی موقف کو ایک ہی سطح پر رکھ دیا ہے۔ امریکہ کے تئیں چین کے کمزور بین الاقوامی موقف اور امریکہ کے ساتھ تجارتی تعلقات کی وجہ سے چین کی پس وپیش کی بنا پر چین کو سنجیدگی سے نہیں لیا جاتا ہے۔

خلاصہ: ٹرمپ نے ایٹمی معاہدے سے دست برداری کا اعلان اس لئے نہیں کیا کہ اس معاہدے میں کسی طرح ایران کی یا ایرانی مفادات کی جیت تھی یا اس سے ایران کا درجہ بڑھ گیا تھا، بلکہ اوبامہ کے دور میں ہوئے اس معاہدے کی حقیقت پہلے ہی ایران کی ذلت اور بے غیرتی کے ساتھ اپنے ایٹمی پروگرام سے دست برداری کی تھی بلکہ ٹرمپ نے اس معاہدے سے دست برداری اس لئے اختیار کی کیونکہ امریکہ کے مفادات کو آج تین عوامل درکار ہیں جن کا بیان اوپر گذر چکا ہے۔

بقیہ صفحہ 22 پر

چادر اور چار دیواری کا تقدس پامال کرنا، بچوں کو دہشت زدہ کرنا اور ایک بوڑھے جوڑے کو مار پیٹ کے بعد اغوا کرنا کیسے ریاست مدینہ کی مثال ہو سکتا ہے؟

پریس نوٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ڈاکٹر روشن، جو نبوت کے طریقے پر خلافت کے قیام کی جدوجہد کرنے والی ایک مشہور و معروف داعی ہیں، کی بیٹیوں نے 16 اگست 2018 کو کراچی پریس کلب میں ایک پریس کانفرنس کی۔ انہوں نے اپنی 60 سالہ والدہ ڈاکٹر روشن اور اپنے 68 سالہ والد ڈاکٹر سلیم کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ یہ بوڑھا جوڑا اپنی بیٹی کے گھر پر تھا جب 13 اگست 2018 کو علی الصبح دو بج کر پندرہ منٹ پر تقریباً بیس ماسک پہنے ہوئے مسلح افراد زبردستی گھر میں داخل ہو گئے۔ ان میں سے کچھ نے پولیس کی وردی پہن رکھی تھی لیکن زیادہ تر سادہ لباس میں تھے۔ انہوں نے گھر کا دروازہ توڑ ڈالا، ڈاکٹر روشن کے تین چھوٹے نواسوں اور نواسیوں کو دہشت زدہ کیا۔ یہ افراد چار نجی گاڑیوں اور چار پولیس کی گاڑیوں میں آئے تھے جن میں سے ایک گاڑی کا نمبر "ایس پی-7335" تھا۔ انہوں نے گھر کی چیزوں کو الٹ پلٹ کر دیا اور دو لیپ ٹاپ کے ساتھ ساتھ ایک لاکھ پیسنٹھ ہزار (165000) روپے اپنے قبضے میں لے لیے۔ ان سے سرچ وارنٹ دکھانے کو کہا گیا تو انہوں نے اس کے جواب میں 68 سالہ بوڑھے ڈاکٹر سلیم کو تشدد کا نشانہ بنایا جو کہ ایک انتہائی معزز ماہر امراضِ جلد ہیں اور 40 سال سے کراچی میں پریکٹس کر رہے ہیں۔ انہوں نے ایسے انتہائی وحشیانہ طریقے سے اس بوڑھے جوڑے کو اغوا کیا کہ انہیں پیروں میں جوتے یا چپل اور نظر کے چشمے تک پہننے کی اجازت نہیں دی۔ انہوں نے ڈاکٹر سلیم کو قمیض تک تبدیل کرنے کی اجازت نہیں دی جو اس دوران ان اہلکاروں کے وحشیانہ سلوک کی وجہ سے پھٹ گئی تھی۔ کیا یہ انتہائی شرم ناک عمل ریاست مدینہ کی مثال ہو سکتا ہے؟ قریش کو بھی چادر اور چار دیواری کے تقدس اور خواتین کی حرمت کا بہت احترام تھا۔ ابو جہل سے اس کے ساتھیوں نے یہ سوال کیا کہ وہ کیوں رسول اللہ ﷺ کو مدینہ ہجرت کرنے سے روکنے میں ناکام رہا، رسول اللہ ﷺ کے گھر کا دروازہ کیوں نہیں توڑ ڈالا اور انہیں ان کے بستر سے کیوں نہیں پکڑا۔ ابو جہل نے جواب دیا کہ اُس نے رسول اللہ ﷺ کی بیٹیؓ اور گھر کی حرمت کی وجہ سے اِس عمل سے اجتناب کیا۔ اور جہاں تک بوڑھے افراد کے ادب اور عزت و احترام، بچوں سے شفقت اور اسلام کی دعوت کو یقینی بنانے کا تعلق ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا، وَيُوَقِّرْ كَبِيرَنَا، وَيَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ** "وہ ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے بچوں سے شفقت سے پیش نہ آئے، ہمارے بڑوں کا احترام نہ کرے، اور نیکی کرنے اور برائی سے روکنے کا حکم نہ کرے" (ترمذی)۔ ہم سب کو اس ظلمِ عظیم کے خلاف اپنی آواز بلند کرنی چاہیے، خصوصاً وہ افراد جو میڈیا یا انسانی حقوق کی تنظیموں سے وابستہ ہیں، انہیں اس معزز بوڑھے جوڑے کی فوری رہائی کا مطالبہ کرنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوُا الظَّالِمَ فَلَمْ يَأْخُذُوا عَلَى يَدَيْهِ أَوْشَكَ أَنْ يَعُمَّهُمُ اللَّهُ بِعِقَابٍ مِنْهُ** "اگر لوگ ایک ظالم کو دیکھیں اور اس کو (ظلم کرنے سے) اپنے ہاتھوں سے نہ روکیں تو وہ اس بات کے قریب ہیں کہ اللہ ان سب کو سزا دیں" (ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ)۔

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس

ابو جہل سے اس کے ساتھیوں نے یہ سوال کیا کہ وہ کیوں رسول اللہ ﷺ کو مدینہ ہجرت کرنے سے روکنے میں ناکام رہا، رسول اللہ ﷺ کے گھر کا دروازہ کیوں نہیں توڑ ڈالا اور انہیں ان کے بستر سے کیوں نہیں پکڑا۔ ابو جہل نے جواب دیا کہ اُس نے رسول اللہ ﷺ کی بیٹیؓ اور گھر کی حرمت کی وجہ سے اِس عمل سے اجتناب کیا۔۔ اور جہاں تک بوڑھے افراد کے ادب اور عزت و احترام، بچوں سے شفقت اور اسلام کی دعوت کو یقینی بنانے کا تعلق ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : وہ ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے بچوں سے شفقت سے پیش نہ آئے، ہمارے بڑوں کا احترام نہ کرے، اور نیکی کرنے اور برائی سے روکنے کا حکم نہ کرے" (ترمذی)۔

کراچی پریس کلب
ڈاکٹر سلیم الرحمٰن کو رہا کرو!
RELEASE Dr SALEEM UR REHMAN
#FreeDrSaleemUrRehman
Release My Parents
Dr.Saleem Ur Rehman
68 Years Old
Dr.Roshan Enam
60 Years Old
MBBS (SMC)
I MISS YOU
NANA ABBU
مجھے میری نانو واپس چاہیے
#FreeDrRoshan

مسلم دنیا میں اردو بولنے والوں کے لیے

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کی اردو ویب سائٹ

www.hizb-ut-tahrir.info/info/urdu.php

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کی ایک اردو ویب سائٹ ہے جس کو www.hizb-ut-tahrir.info کے ذریعے دیکھا جاسکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی امت میں اردو بولنے، لکھنے اور سمجھنے والے کروڑوں مسلمانوں کے لئے یہ اردو ویب سائٹ معلومات حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اس ویب سائٹ پر پوری مسلم دنیا میں خلافت کے قیام کے لیے کام کرنے والی جماعت حزب التحریر کی انڈونیشیا سے لے کر مراکش تک مختلف ولایات کی جانب سے جاری کی گئیں پریس ریلیز ز اور لیفلٹ دیکھے جاسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس ویب سائٹ پر مسلم دنیا میں حزب التحریر کی خلافت کے قیام کی زبردست جدوجہد کے حوالے سے تحریریں، تصاویر، آڈیوز اور ویڈیوز بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس ویب سائٹ کے ذریعے حزب التحریر کے امیر، مشہور رہنما اور فقیہ، شیخ عطا بن خلیل ابوالرشتہ سے سوالات بھی پوچھے جاسکتے ہیں۔

یقیناً اردو زبان کی موجودگی خلافت کا تحفہ ہے کیونکہ یہ زبان ریاستِ خلافت کی مسلم افواج کی فوجی چھاؤنیوں میں وجود میں آئی تھی جن میں ترکی، فارس، عرب اور برِصغیر پاک و ہند سے تعلق رکھنے والے مسلمان موجود ہوتے تھے۔ درحقیقت لفظ اردو ترک زبان کا لفظ ہے جس کے معنی "لشکر" کے ہیں۔ آج کے دن تک اردو کا رسم الخط، اس کے الفاظ اور طرزِ تحریر قرآن اور خلافت کی سرکاری زبان عربی پر بے حد انحصار کرتی ہے۔

حزب التحریر ولایہ پاکستان اردو زبان استعمال کرنے والے صحافیوں، میڈیا اور سوشل میڈیا کو اس بات کی دعوت دیتی ہے کہ وہ حزب التحریر کی جدوجہد اور کام سے مسلسل آگاہی کے لیے اس بہترین ویب سائٹ کو استعمال کریں۔

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس